پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

درس حدیث

محمد اظہر مدنی

ماہ شعبان میں معمولات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

عن عائشة رضي الله عنها قالت: لم يكن النبي صلى الله عليه وسلم يصوم من شهر أكثر من شعبان، فانه كان يصوم كله، وفي رواية: كان يصوم شعبان الا قليلا۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان سے زیادہ کسی ماہ کا روزہ نہیں رکھتے تھے، آپ تقریباً شعبان کے پورے ماہ کا روزہ رکھتے تھے۔ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے چند ایام کو چھوڑ کر تقریبا پورے ماہ کا روزہ رکھتے تھے۔

تشریح: ہم اہل ایمان کے لئے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کے معمولات جو سنن وسیر کی کتابوں میں درج ہیں، بہترین نمونہ ہیں۔عبادات سے لے کر تجارت ومعاملات وغیرہ زندگی کا کوئی ایسا گوشہ نہیں ہے جہاں ہمارے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیش کردہ معتدل اور مکمل نمونۂ عمل موجود نہ ہو۔کتب سیر وسنن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت کھل کر ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معتدل انداز میں سال بھر رب کی عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے۔آپ نے سال کے کچھ مہینے یا کسی مہینہ کے چند ایام کو عبادات کے لئے خاص نہیں کر رکھا تھا۔فرائض کی ادائیگی کے ساتھ شب بیداری اور تہجد گزاری آپ کا زندگی بھر کا معمول تھا۔ہر قمری ماہ میں ایام بیض یعنی تیرہ، چودہ اور پندہ تاریخ کے روزے آپ کو پسند تھے نیز ہر ہفتہ میں سوموار اور جمعرات کے روزے بھی آپ سے ثابت ہیں۔آپ نے ایک موقع پر اس کا سبب بھی بیان فرمایا تھا کہ ان دودنوں میں بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں اور میری خواہش وکوشش ہوتی ہے کہ جب میرے ہفتہ واری اعمال رب کے حضور پیش ہورہے ہوں تو میں روزے کی حالت میں رہوں۔اسی طرح صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کے فرض روزوں کے بعد شعبان وہ مہینہ ہے جس میں آپ بکثرت روزہ رکھتے تھے۔مذکورہ بالا حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے بعد شعبان کے مہینہ میں بکثرت روزہ رکھتے تھے اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کے مطابق آپ شعبان کے چند ایام کو چھوڑ کر تقریبا پورے ماہ کا روزہ رکھتے تھے۔ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ماہ شعبان میں روزے کے اہتمام کا سبب بھی بیان فرمایا ہے کہ یہی وہ مہینہ ہے جس میں بندوں کے سال بھر کے اعمال رب کے حضور پیش کئے جاتے ہیں اور میری کوشش وتمنا ہوتی ہے کہ جب میرے سال بھر کے اعمال رب کے سامنے پیش کئے جائیں تو اس وقت میں روزہ کی حالت میں رہوں۔اللہ اکبر، کیا مقام ہے امام الأنبیاء سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا-کوئی یونہی رب کا برگزیدہ بندہ نہیں بن جاتا ہے، رب کی محبوبیت کے لئے راتوں کی نینداور دن کے چین وسکون اور دنیا کی اس عارضی لذت کو کچھ دیر کے لئے خیر باد کہنا پڑتا ہے، تب جاکر بندہ رب کے انعام واکرام کا مستحق بنتا ہے۔دنیا میں مال ومنال کے حصول کے لئے کس قدر محنت وتگ ودوکی جاتی، کس قدر جانفشانی وجفاکشی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے تب جاکر انسان کو دوچار چیزیں حاصل ہو پاتی ہیں اور اس کے مقابلہ میں رب کی تیار کردہ جنت جس کی اعلی ترین نعمتوں کا تصور کیا بغیر محنت ومشقت کے حاصل ہوسکتی ہے؟ اگر کوئی ایسا سمجھتا ہے تو وہ خیالی وتصوراتی دنیا میں جینے والا انسان ہے، اسے رب کی جنت کو پانے کا کوئی شوق نہیں ہے یا پھر چاہتا ہے کہ بلا مشقت اسے اللہ کی نعمتیں حاصل ہوجائیں اور ایسا ہونا محال ہے۔مختصر یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ بات اچھی طرح سمجھادی ہے کہ رب کی نعمتوں سے شادکام ہونے اور اس کے تقرب کو حاصل کرنے کا کوئی شارٹ کٹ راستہ نہیں ہے۔اس کے لئے ہر حال میں فرائض وواجبات اور نوافل کی ادائیگی میں دلجمعی اور پامردی کا ثبوت دینا ہوگا۔رب کی اطاعت کے محاذ پر ڈٹ جانا ہوگا، شیطان لعین کے پھندے سے باہر نکلنا ہوگا اور کمر ہمت باندھ کر دنیا میں رب چاہی زندگی گزارنے کی کوشش کرنی ہوگی۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی ہمیں یہی نمونہ فراہم کرتی ہے۔آج ہمارا یہ حال ہوگیا ہے کہ اگر رمضان کے روزے کا اہتمام کرنے کی ہمیں توفیق ہوگئی تو اس کے بعد روزہ جیسی مہتم بالشان عبادت الٰہی سے ہم اس طرح غافل ہوجاتے ہیں جیسے کہ ہمارا اس سے بھی کوئی واسطہ ہی نہ رہا ہو۔بھولے بھٹکے بھی ہمارے دلوں میں نفلی روزے رکھنے کا خیال نہیں آتا، جبکہ یہ روزہ بہت خاص قسم کی عبادت ہے۔کئی مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اگر تم تقرب الٰہی کے خواہش مند ہو تو تم روزے رکھا کرو اور اس کی وجہ یہی سمجھ میں آتی ہے کہ روزہ بندہ اور رب کا خصوصی معاملہ ہے۔کوئی شخص اخلاص کے بغیر یونہی دن بھر بھوک پیاس کی سختی کو برداشت کرنے کا خواہش مند نہیں ہوسکتا ہے۔جب تک اس کے دل میں رب سے خصوصی محبت و تعلق کا احساس نہیں جاگے گا وہ نفلی روزے رکھنے پر آمادہ ہی نہیں ہوگا، اسی لئے رب کریم نے روزہ پر خصوصی انعام کا اعلان بھی کیا ہے کہ اگر کسی نے اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھا تو اس پر دوزخ کی آگ حرام ہوجاتی ہے۔حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ہم لوگوں نے یہ جان لیا کہ ماہ شعبان میں بکثرت روزہ رکھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھا اور اس کا سبب بھی آپ نے بیان فرمادیا جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تقرب الٰہی کے حصول کے لئے آپ کس قدر کوشاں رہا کرتے تھے۔آج جب ہم اس حدیث نبوی کی روشنی میں اپنی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم میں سے بہت سے لوگوں کو یہی معلوم نہیں ہے کہ اس ماہ میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا معمول تھا؟ اور اگر اسے خطبات ودروس میں بیان بھی کردیا جاتا ہے تب بھی مسلم معاشرہ میں اس ماہ کے روزے کا کوئی خاص اہتمام دکھائی نہیں دیتا۔ہم اپنے روزمرہ کے معمولات کو چھوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ اختیار کرنے اور تقریباً مردہ ہوچکی اس سنت کو زندہ کرنے کے لئے اپنے دلوں کے اندر کوئی جذبہ کوئی تڑپ محسوس نہیں کرتے۔رب ذوالجلال ہم سب کو اس کی توفیق ارزانی کرے۔وصلى الله على نبينا محمد و على آله و صحبه أجمعين و سلم تسليما كثيرا۔

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی
نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی مولانا شہاب الدین مدنی ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی مولانا طہ سعید خالد مدنی مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
قرآنی اخلاق	۶
ماہ رمضان کے خصائص وفضائل	۸
گاؤں محلہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجیے (اپیل)	۱۱
رمضان میں اکل وشرب میں اسراف	۱۲
رمضان مبارک کے لیے بچوں کو تیار کرنا	۱۵
انبیاء علیہم السلام کی دعوت	۱۷
تنظیم کی ضرورت واہمیت	۲۳
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۲۸
جماعتی خبریں	۳۰
اپنے صدقات وخیرات کا ایک حصہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو دینا نہ بھولیں	۳۱
اشتہار بابت اہل حدیث منزل	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک
سالانہ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ۷/روپے
پاکستان ۵۰۰/روپے
بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

قرآن کریم اور ہم

روئے زمین پر اگر کوئی ایسی سچائی موجود ہے جس میں ہر ناحیہ سے خیر ہی خیر ہے اور جو ساری مخلوق کے لیے رحمت ہی رحمت ہے، ظالم ومظلوم دونوں کے لیے مفید ہے، کافر ومسلم کے لیے یکساں نفع بخش ہے اور جو سب کے لیے ہے اور ہمیشہ کے لیے ہے، تو وہ قرآن کریم ہے۔ کیوں کہ قرآن کریم اللہ کا فرمان اور کلام ہدایت مآب ہے اور ساری دنیا اور سارا جہاں بلکہ پوری کائنات اللہ کی ہے، اللہ کے لیے ہے اور اللہ کی طرف ہی لوٹ کر جانے والی ہے۔ اس میں دوئی اور تو اور میں کا ادنی فرق اس لیے نہیں ہے کہ ماسوی اللہ کے ہر چیز اس کی اپنی مخلوق ہے۔ اس خالق نے کسی کو بے یارو مددگار نہیں چھوڑا ہے اور نہ اپنی مملکت و سلطنت سے کسی کو دور کیا ہے۔ سب اس کے بندے، غلام اور مخلوق ہیں۔ جو جس قدر بندگی وغلامی بجالاتا ہے اور مخلوق ہونے میں جتنا پختہ کردار ادا کرتا ہے وہ اتنا ہی اچھا، عمدہ اور بہتر ہے۔

ہر مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام وفرمان سے نوازا ہے اور اسے اس کا وظیفہ بتایا ہے۔ دنیا کی ہر مخلوق اس وظیفہ کو پڑھتی رہتی ہے، طاعت وفرماں برداری کرتی رہتی ہے اور سرد وگرم کا خیال کئے بغیر وہ اسی میں مگن ومصروف رہتی ہے لیکن ہم ان کی ثناخوانی اور تقدیس وتسبیح کو نہیں سمجھ پاتے۔ ان مخلوقات میں سے اکثر عقل وخرد سے نہیں نوازے گئے۔ حضرت انسان کو اس کا سزاوار ٹھہرایا گیا۔ اس لیے اسے لگے بندھے طور پر رہنے کے لیے نہیں چھوڑ دیا گیا بلکہ اس کو مزید پاور عطا کرنے کے ساتھ اس پر ذمہ داریاں بھی عائد کی گئیں، تصرفات اور اختیارات بھی تفویض کئے گئے اور ساری انسانیت اور پوری مخلوق اس کے لیے مسخر کردی گئی کہ وہ ان سے فائدہ اٹھائے، ان کا حق ادا کرے، اللہ کا شکر بجا لائے اور اس کے گن گائے۔ بطور آزمائش اس کے سامنے خیر وشر رکھ دیے گئے اور اس کو اچھی بری باتوں کے کرنے کا اختیار دے دیا گیا۔ اور یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ نے اپنی اشرف المخلوقات ہی میں سے اپنے مخصوص بندوں انبیاء ورسل علیہم الصلوۃ والتسلیم کے ذریعہ بتائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مخصوص برگزیدہ بندوں میں سے بعض کو الگ دستور حیات، قانون وشریعت اور منہاج سے نوازا

ہے جس کی آخری کڑی قرآن مجید ہے جو خاتم الانبیاء والمرسلین، صادق المصدوق محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جبرئیل امین کے ذریعہ نازل ہوئی جولوگوں کے لیے چشمہ ہدایت، رحمت اورامن وسعادت ہے جو قیامت تک ساری انسانیت کے لیے معجزہ ہے جوعلم ومعرفت کا خزینہ اورتہذیب وثقافت کا نگینہ ہے جس کا حرف حرف روشن، لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ''(سورہ یونس:٦٤)''اللہ تعالیٰ کی باتوں میں کچھ فرق ہوانہیں کرتا'' کے بموجب محفوظ وغیر محرف اور نا قابل تبدیل وتصحیف ہےاور اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورہ الحجر:٩)''ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اورہم ہی اس کے محافظ ہیں'' کےمصداق ہے۔

اس سب کے باوجود کیااس میں ادنیٰ ریب وتر دد کی گنجائش ہے کہ قرآن اللہ کا کلام اورفرمان ہے؟۔کیااس سچائی سے کسی کوتاب انکار ہے کہ اس کا ہر ہر حرف اورایک ایک کلمہ اپنے نزول کے وقت سے لے کرآج تک ہو بہو محفوظ اور موجود ہےاور قیامت تک اسی آن وبان اورشان سے باقی ومحفوظ رہے گا؟ کیا اس بات میں مجال شک وارتیاب ہے کہ یہ دنیا کی سب سے بڑی سچائی ہے؟ اس سے ماقبل ومابعداس سے بڑی کوئی صداقت وامانت اس انداز اور پیمانہ پر برپانہیں ہوئی،کیا ''لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ''(سورہ فصلت:٤٢)''جس کے پاس باطل پھٹک بھی نہیں سکتا نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے''اس کا وصف لازمی اورامتیاز اعلی وعظیم نہیں ہے؟ کیا کبھی ایسا ہوا کہ اس پرایمان کے دعویداران،اس کے حفظ واتقان کے طالبان، اس کی قرأت وتجویداورتحسین وتزئین کے ماہرقرائے خوش الحان،اس کی تفہیم و تفقہ کے جویا مفسرین وفقیہان، اس میں تدبر وتفکر کے شیدائیان ، اس کی سعادت مآب ہدایات کے فیض یافتگان اوراس کی نشرواشاعت،تفسیر وتاویل اورتبلیغ کے مردمیدان، اس راہ کے فدایان اور متعلمین ومعلمین کی کبھی کوئی کمی رہی ہے؟ نزول قرآن کریم کے وقت سے ایسا کبھی نہیں رہا کہ اس کے یہ متعلقین دنیا سے نعوذ باللہ ناپید ہوگئے ہوں، بلکہ ہر دور اور ہرمصر وعصر میں قرآن کے حاملین موجودرہے ہیں اوراس کثرت اورتواتر سے رہے ہیں کہ عقل انسانی ان کی ادنیٰ بھول چوک کوعقلامحال وناممکن جانتی ہے۔تمہیں ہر دور میں اور ہر وقت لاکھوں ایسے حفاظ قرآن کریم مل جائیں گے جوقرآن کریم کے حرف حرف کے ایسے حافظ ومحافظ ہیں کہ اس میں ادنیٰ ایک لفظ اورحرف حتی کہ زیروزبر، ادغام و اظہاراوراس میں شدت ورخوت اورسختی وملائمت کے ساتھ ادائیگی،تحریرورسم الخط اورتقریروتلاوت میں بھی ادنیٰ فرق اور لہجے کے اتار چڑھاؤ میں تفاوت کو نظرانداز نہیں کرسکتے اورنہ ایسا کرنے والے کوبخش سکتے ہیں۔کیا مجال کہ کوئی ان امور میں ادنیٰ مہلت وغفلت کرکے بچ نکل جائے۔حاشاوکلا۔اگراس کی تجوید وقرأت اورتلاوت کے ہزاروں ماہرین اس درجے کےمل جاتے ہیں کہ اس میں ادنیٰ ایک نقطہ کی فروگزاشت نہیں ہونے دے سکتے توتمہیں ہزاروں ایسے ماہرین رسم قرآنی مل جائیں گے جوقرآن کی خاص طرزتحریروکتابت اورخط سے سرموانحراف پر ہزاروں ٹوکنے اورتصویب وتصحیح اورتنبیہ کرنے والے منٹوں میں کھڑے ہوجائیں گے۔الغرض رسم قرآنی ہویاقرآن خوانی ہو،قرأت مشہورہ سبعہ ہوں یا قرأءت معروفۂ عشرہ ہوں ان کے ہزاروں ایسے قاری ومقری مل جائیں گے کہ ان میں آپس میں ادنیٰ اختلاف وتفاوت نہ ہوگا۔ بلکہ قرآن کریم کی حفاظت وصیانت کا عالم تو یہ ہے کہ اس کی شاذوغیرمعروف قرأت کوبھی حفظ و ضبط کے اعتبار سے وہ مقام حاصل ہوگیا ہے کہ اس کی نشاندہی اوراس کی یاد دہانی کرنے والے مقری ہر دور میں بڑے پیمانے پرمل جائیں گے۔قرآن کی حفاظت اورمعجزانہ طور پر یادداشت وقرأت کا معاملہ صرف زبانی حفظ واتقان تک محدودنہیں ہے، بلکہ اس کوضبط تحریروتقریر میں لانے والوں کی بھی اتنی قسمیں اوراصناف ہیں اوراس سے متعلق اتنے علوم ہیں کہ جوقرآن کریم کے ایک ایک حرف اورکلمہ کوسند صیانت وحفاظت عطا کرنے کے لیے کافی ہیں۔مفسرین نہ صرف تفسیر وتوضیح اورتشریح وتبیین کلام الٰہی کا کام کرتے ہیں بلکہ وہ اس قرآن مجید کے الفاظ کے حفاظ بھی ہوتے ہیں،تلاوت کرنے والے قاری ومقری بھی ہوتے ہیں،اس کے الفاظ ومعانی کےغواص بھی ہوتے ہیں،وجوہ قرأت متعددہ کے ماہراور رسوم قرآن کریم کے حاذق صادق اوران کی لغوی اورنحوی وصرفی تحلیلات کےبھی امام وقت ہوتے ہیں۔کلام اورزبان کےحرف شناس اور ماہرو متمرس بھی ہوتے ہیں اوراس کی بلاغت ومعانی اور بدائع وصنائع کے رمزشناس بھی ہوا کرتے ہیں۔ان کے ذہن ودماغ سے نہ قرآن کریم کا حفظ اوجھل ہوتا ہے نہ وہ اس کے معانی ومطالب سے نابلدوغافل ہوتے ہیں بلکہ وہ اپنے پختہ ایمان، والہانہ تعلق ولگاؤ،مومنانہ برتاؤاور عالمانہ وقاراورعملاً اس کے شیدائیان اس کلام پاک سےقلبی محبت کےآئینہ دار ہوتے ہیں۔

بایں ہمہ یہ بھی حقیقت ہے کہ جب جب اس کے حاملین نے اپنا مطلوبہ

حق ادا نہ کیا، اس کی عظمت ومنزلت کونہیں سمجھا اوراس کی قدر و قیمت کوکما حقہ نہیں جانا تو دنیا نے اس کواجنبی سمجھا، ان کو غلط فہمیاں لاحق ہوئیں، ان کا خبث باطن اجاگر ہوا اٹھا، ان کی جہالت ان کو لے اڑی اوران کی سرکشی نے ان کواس کی مخالفت وعناد پرابھارا۔تم خودذراانصاف سے کام لواورقرآن کریم کے ساتھ اس کی عظمتوں کا جوتقاضا تم سے تھا اورتم نے جوجوغفلت اس کے تئیں برتیں حتی کہ قرآن کریم سے تمہاری اجنبیت ایسی ہوگئی کہ قرآن اورحامل قرآن تم سے خود شکوہ کناں ہوگیا گویاتم خودہی صاف صاف انکارکردینے کی سطح پرآ گئے۔وَقَالَ الـرَّسُوۡلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِی اتَّخَذُوۡا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَهۡجُوۡرًا(الفرقان:۳۰) کامقدمہ کن کےخلاف دائرہے۔وکان خلقه القرآن کی تعلیم وتلقین کن کے لئے تھی۔

اب تم حامل قرآن ہوکرقرآن سے کوسوں دورہوتو تمہاراحامل قرآن ہونا خودقرآن کریم کی نعوذ باللہ توہین واستہزاوتمسخرکا ذریعہ بن گیا۔تم محض دعویدار قرآن اورقرآن خواں رہ گئے اوربس قاری نظرآنے والے،قرآن کا وجودحقیقتاً نہ رہااوریوں ہم سب باعث رسوائی قرآن ہوگئے ۔کیا ہمیں اسے صداقت کے طور پراپنے ایمان کا حصہ نہ بنانا تھا؟ کیا ہم مسلمان اسی قوت ایمانی سے حامل قرآن بن سکے ہیں؟ کیا ہم نے بحیثیت قاری وسامع اس کاحق ادا کیا؟اس کو سمجھنے کا فریضہ جوہم پرعائد تھا کیا ہم نے اسے سمجھ لیا؟اس میں تدبروتفکر کی جو ذمہ داری تھی کیااس سے کما حقہ عہدہ برآہونے کی کوشش کررہے ہیں؟ کیااس کی ہدایات سے فیضیاب ہوکراس کاعملی نمونہ بن چکے ہیں؟ کیا قرآن کریم کے مرد مومن عنقاءنہیں ہوتے جارہے ہیں؟ کیااس کلام ہدایت ورحمت کوقول وعمل کے سانچے میں ڈھال کرگھرگھراور ہر ہرفرد تک پہنچانے کا فریضہ ادا ہورہا ہے یا پھراس کے برعکس ہم قرآن کریم کےتئیں اپنے رویہ وبرتاؤ،عمل وکرداراورایمان وایقان کی روشنی میں اس سےنعوذ باللہ لوگوں کومتنفرکرنے کا ذریعہ بن رہے ہیں؟ کیا ہماری ایمانی وعملی اوراخلاقی کمزوریاں ہمیں غیروں کی نظرمیں لائق نفریں نہیں بناتیں کہ حاملین قرآن ایسے ہی ہوتے ہیں؟ کسی نے ہماری انہی خامیوں اورناکامیوں کودیکھ کرکہا تھا کہ یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کرشرمائیں یہود۔اس وقت جانے ناجانے میں قرآن کریم کی آیات وہدایات کچھ شقاوت وبدبختی کے ماروں کومدخول اورظالمانہ لگتی ہیں۔لگتا ہے کہ ہم نے بھی قرآن کریم اوراس کے مخاطبین کا حق ادانہیں کیا،ورنہ وہ اس قدرظلم اپنی ہی محسن ومہدی کتاب مستطاب ومبارک کے ساتھ ہرگزروانہ رکھتے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کا ہماری عملی زندگی سے لگاؤنہ ہونے کی وجہ سے ہم ہرسطح اورہرگام پرذلیل وخوارہونے لگے ہیں۔غیروں کوہم پرہنسنے اور پھبتی کسنےاورالزام دھرنے کاموقع مل گیا ہےاورہمارے متعلق طرح طرح کے پروپیگنڈے کیے جانے لگے ہیں۔حالانکہ یہی وہ قرآن تھا جس نے ذلت وپستی کے اسفل السافلین میں پڑی قوم کوتہذیب وثقافت،علم وتمدن، اخلاق و سلوک، دولت وثروت اورسروری کے بام عروج پرپہنچا دیا تھا۔سچ کہا ہے ہمارے رسول گرامی فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم نے’’ان اللــه یـرفع بهذا الكتاب اقواما ويضع به آخرين ‘‘(مسلم عن عمرؓ)

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

قرآن کریم کامہینہ رمضان المبارک ہم پرسایہ فگن ہواچاہتا ہے۔گیارہ مہینوں میں ہماری جوکیفیت تھی اورقرآن کریم کےساتھ ہماراجوتعامل تھا ظاہرسی بات ہے کہ اگروہ احترام رمضان کےنام پرختم قرآن تک محدود ہوکررہ جائے تواللہ ہی ہماراحافظ ہے۔اس ماہ قرآن وصیام میں اگراس ہدایت آسمانی کوقرآن کامردمومن بن کرعملاً زمینی سطح پرلانے میں کامیاب ہوگئے توسمجھ لیجئے کہ ہم قرآن پرایمان کےدعوے میں کھرے ہیں۔اگرساری انسانیت کی ہدایت کے سامان هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ (البقرہ:۱۸۵) کو ہم نے انسانیت کےحوالہ کردینے کی سعی مشکورکرڈالی توکسی حدتک ہم قرآن کریم کا کچھ حق ادا کرنے میں کامیاب ہوگئے۔اس لئے ہم کواس واضح ہدایت والی کتاب کواپنےعمل وکرداراوراس کی تلاوت وتبلیغ سے دنیا کو باورکرادینے کافریضہ بحیثیت حامل قرآن اورمسلمان ادا کرنا ہے۔ورنہ جان لیجئے یہ کتاب قوموں کوعروج وسربلندی بھی عطا کرتی ہے اوراس کے ذریعہ اللہ جل شانہ بعضوں کوذلیل وخواربھی کردیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کی تلاوت کرنے، اس کوسمجھنے، اس پرعمل کرنے، اس کی رحمت وسعادت پرمبنی تعلیمات کوعام کرنے، ہرطرح سےاس کےحق کوادا کرنےاوراس کےتئیں اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کی توفیق ارزانی کرے۔آمین ☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

قرآنی اخلاق :
رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر تواضع کے ساتھ چلتے ہیں

مولانا خورشید عالم مدنی
پھلواری شریف، پٹنہ

قرآن کریم انسانوں کے نام اللہ کا آخری پیغام ہے۔ یہ علوم ومعارف کا گنجینہ اور صالح اخلاق کا خزینہ ہے۔ اس کے ایک ایک لفظ میں دل کی دھڑکنیں ہیں۔ ایک تہذیب ہے۔ ایک زندگی ہے۔ ایک پورا کلچر ہے۔ اللہ کے اس عظیم کتاب کا موضوع انسان ہے۔ امام انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم چلتا پھرتا قرآن تھے۔ **کان خلقه القرآن** (مسند احمد:25813) قرآن ناطق تھے۔ متحرک قرآن تھے۔ آپ کی سیرت، افعال میں قرآن کی عملی شکل موجود تھی۔ اور آپ جس دین کو لے کر آئے، اس کے تمام قوانین فطرت انسانی کے عین مطابق ہیں۔ اور اس کی تمام تعلیمات میں دونوں جہاں کی کامیابی و کامرانی کا راز پوشیدہ ہے۔ اس کی بلند تعلیمات میں سے ایک اہم تعلیم "اخلاق حسنہ" ہے۔ اس کی تکمیل کے لئے اور دنیائے انسانیت کو اخلاقیات کا درس دینے کے لیے آپ مبعوث کیے گئے۔ "**انما بعثت لاتمم صالح الاخلاق**" (مسند احمد)

اسی اخلاق کے ذریعے معاشرے میں امن وسکون اور سماجی انقلاب پیدا ہوسکتا ہے۔ جسے سمجھنے کے لئے عرب کے اس معاشرے کو سامنے رکھیں، جہاں برائیاں عام تھیں۔ قتل وغارت گری کا بازار گرم تھا۔ خون انسانی کی ارزانی اور حقوق انسانی کی پامالی تھی۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا مقولہ پورے طور پر صادق آرہا تھا۔ لیکن اسلام کی اعلی اخلاقی تعلیمات نے انہیں مہذب وباوقار قوم بنا کر دنیا کے سامنے پیش کردیا۔ وہ لوگ جو کل تک رہزن تھے۔ فساد فی الارض جن کا وطیرہ تھا۔ وہ امن وسلامتی کے پیکر بن گئے۔

وہ جو پہلے اپنے بھائیوں کے خون کے پیاسے تھے۔ اب وہ باہم ایک دوسرے کی عزت وآبرو کے محافظ بن گئے۔

یہ اخلاق بڑا ہی مؤثر ہتھیار ہے۔ یہ انسانوں کو رام کرنے اور سنگ دل انسانوں کو موم کی طرح نرم کر کے اسے اپنا ہمنوا بنالینے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے فرعون کے پاس موسی و ہارون علیہما السلام کو بھیجتے وقت فرمایا: فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى (طٰہٰ:44) یعنی "پس اس سے نرم گفتگو کیجئے، شاید کہ وہ نصیحت قبول کرلے یا اس کے دل میں اللہ کا خوف آجائے"۔

اور اللہ کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کرتے وقت (جب وہ سواری پر بیٹھنے لگے) تو آخری وصیت فرمائی **احسن خلقک للناس یا معاذ** (مؤطا، ج2:902) "اے معاذ اپنے اخلاق کو لوگوں کے لیے سنوار لینا"

اور خود اس عظیم نبی کے عظیم اخلاق کا یہ حال تھا کہ جب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کو اس نئے پیغمبر کے حالات وتعلیمات جاننے کے لیے بھیجا، تو واپس آکر اس نے یوں کہا **رایته یأمر بمکارم الاخلاق** (بخاری) "وہ تو اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتے ہیں"

پورا قرآن اور احادیث نبویہ کا ذخیرہ اخلاق حسنہ کا حسین مرقع ہے۔ اور آپ کی پوری زندگی اخلاق کی تفسیر تھی۔

اخلاق کی عظمت کے تعلق سے یہ ذہن نشین کرلیں کہ کسی قوم کی سب سے بڑی قوت اس کی اخلاقی قوت ہوتی ہے۔ اور کسی قوم کی عظمت کی تاریخ اسی اخلاقی قوت کی روشنائی سے لکھی جاتی ہے۔ دنیا کی ساری رعنائی، باغ و بہار، سکون وچین اسی اخلاق کے دم سے قائم ہے۔ اس لیے "انہیں ٹھیس نہ لگ جائے آبگینے کو"۔

اس اخلاق کا اسلام سے گہرا تعلق ہے۔ اور اس تعلق کی گہرائی و گیرائی کو سمجھنے کے لئے ہمیں قرآن وصاحب قرآن کا گہرائی سے مطالعہ کرنا ہوگا۔ اور اپنی زندگی کو اخلاق قرآنی سے معطر کرنا ہوگا۔ آج ہم چلتے پھرتے ہیں۔ زندگی بسر کرتے ہیں۔ لیکن قرآن کے ساتھ نہیں چلتے۔ ہمیں کیسے چلنا ہے اور کیسے نہیں چلنا؟ قرآنی اخلاق دیکھیں **وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا** (فرقان:63) یعنی "اور رحمان کے نیک بندے وہ لوگ ہیں جو زمین پر نرمی اور عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں"۔

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ (لقمان:19) "اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو"۔

"**وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا** (اسراء:37) یعنی "اور زمین پر اکڑ کر نہ چلئے۔ آپ یقیناً زمین کو پھاڑ نہیں دیجئے گا، اور نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ جایئے گا"۔

معلوم یہ ہوا کہ قرآنی اخلاق یہ ہے کہ جب ہم چلیں تو عاجزی، فروتنی، تواضع و خاکساری کے ساتھ چلیں۔ ہمارے چال وانداز، حرکت ورفتار سے عجب وتکبر ظاہر نہ ہو۔ ہم جس راہ سے گزریں، وہ راستے ہماری انسانیت وشرافت کے گواہ بن جائیں۔ اور زمانہ برسوں ہمیں یاد رکھے۔

کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی
ابھی اس راہ سے گزرا ہے کوئی

تواضع کہتے ہیں اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھنا، چھوٹا سمجھنا، اپنے اندر لچک، نرمی پیدا کرنا، کم ظرف نہیں بلکہ اعلی ظرف بننا، مجلس میں اپنے منہ میاں مٹھو بننے کی کوشش نہ

کرنا۔ ایسے لوگ جو تواضع وانکساری کے پیکر ہوتے ہیں، اور انکساری وخاکساری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان سے دنیا محبت کرتی ہے۔ اور اللہ اس کے مقام کو بلند کر دیتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے وما تواضع احد لله الا رفعه الله (مسلم:2588)

افسوس! آج کا انسان اس اخلاق قرآنی سے واقف نہیں۔ مسلمانوں کی اکثریت اس عظیم اخلاق سے محروم ہے۔ وہ تواضع نہیں جانتا وہ تکبر جانتا ہے۔ سب سے بڑے ہم۔ سب سے زیادہ پیسے والے ہم۔ وہ تعصب جانتا ہے۔ وہ تشدد جانتا ہے۔ وہ اترا کر چلنا جانتا ہے۔ اور ایسے بد اخلاق لوگ سماج میں زیادہ ملتے ہیں۔ خاص طور پر وہ ہیں جن کے آنگن میں امیری کے شجر ہیں۔

جو خاندانی رئیس ہیں وہ مزاج رکھتے ہیں نرم اپنا
تمہارا لہجہ بتارہا ہے کہ تیری دولت نئی نئی ہے

چلنے میں تواضع کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہم حادثات سے محفوظ رہیں گے۔ آج ایکسیڈنٹ بہت ہو رہے ہیں۔ کم عمر کے بچے موٹر سائیکل تیز رفتاری میں چلاتے ہیں۔ وہ overtake کرنا چاہتے ہیں۔ وہ سب سے آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ وہ اتنی تیز گاڑی چلاتے ہیں کہ اسپیڈ کو کنٹرول کرنا ان کے بس میں نہیں ہوتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ٹرک سے ٹکرا جاتے ہیں۔ اور اپنی جانیں گنوا دیتے ہیں۔ اور ایسا تکبر کی وجہ سے ہوتا ہے۔ انسان اگر اپنے کنٹرول میں ہو۔ احتیاط کا دامن تھام لے۔ وہ گاڑیوں کی رفتار سے متعلق ٹریفک نظام کا پالن کرے۔ وہ متواضع بن جائے۔ اور ہدایت قرآنی الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (الفرقان:٦٣) کو حرز جاں بنالے۔ تو سنگین حادثات سے بچ جائے۔ بہت سی قیمتی جانیں محفوظ ہو جائیں۔ اور بہت سی کلیاں بن کھلے مرجھا نہ سکیں۔

آیئے ذرا دیکھیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے، تو اس وقت آپ کی کیفیت کیسی تھی؟ یہ وہی شہر ہے۔ جہاں آپ کے دشمنوں نے آپ کے، آپ کے ساتھیوں اور آپ کی دعوت کے خاتمہ کی ساری تدبیریں اختیار کیں۔ شعب ابی طالب میں تین سالوں تک آپ کا سوشل بائیکاٹ کیا۔ آپ پر تین بڑی جنگیں تھوپیں۔ آپ کے چچا اور ساتھیوں کو شہید کیا۔ آپ اور آپ کے اصحاب کو مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا۔ لیکن جب آپ ان پر غالب آئے۔ اور 20 رمضان جمعہ کے دن اس شہر میں داخل ہوئے تو اس اعزاز فتح پر فرط تواضع سے آپ کے سر جھکے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ داڑھی کے بال کجاوے کی لکڑی سے جا لگ رہے تھے۔ قرآن مجید (سورہ الفتح) کی تلاوت فرما رہے تھے۔ اور اونٹ کی سواری پر بیت اللہ کو جا رہے تھے۔ اور اس پر اپنے آزاد کردہ غلام زید کے فرزند اسامہ رضی اللہ عنہ کو سوار کر رکھے تھے۔ اور جب طواف کے بعد صحن کعبہ میں بیٹھے تو سامنے سارے مجرمین سر جھکائے کھڑے تھے۔ آپ نے ان دشمنوں پر احسان کیا۔ ان سے بدلہ نہیں لیا۔ ان کو زجر وتوبیخ بھی نہیں کی۔ ان کے سیاہ کارناموں کا تذکرہ بھی نہیں کیا۔ بلکہ یہ کہتے ہوئے معاف کر دیا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (یوسف:92) یعنی " آج تمہارا کوئی مؤاخذہ نہیں، اللہ تمہیں معاف کر دے۔ وہ سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے"۔ کیا تاریخ کی آنکھوں نے ایسا فاتح دیکھا ہے؟؟

خاک ساری کی چمک سے کہکشاں ہو جاؤ گے
خود کو تم رکھو زمیں میں آسماں ہو جاؤ گے

آج ہمارے معاشرے میں وہ ساری بیماریاں موجود ہیں، جو معاشرہ کو تباہ و برباد کرنے، باہمی الفت ومحبت کو ختم کرنے، اور معاشرے کی شان وشوکت کو پیوند خاک کرنے میں نمایاں کردار ادا کرتی ہیں۔ ان میں ایک زبردست بیماری کبر وغرور کی ہے۔ یہ ایسا مہلک مرض ہے کہ جس کو یہ لگ جائے، اس کی عظمت و بزرگی کو گہن لگ جاتا ہے۔ اور وہ لوگوں کی نگاہ میں ذلیل وحقیر بن کر رہ جاتا ہے۔ ساتھ ہی اللہ عزوجل کے نزدیک بھی اپنی حیثیت ومحبوبیت کو کھو بیٹھتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (لقمان:18) یعنی "لوگوں سے (از راہ تکبر) اپنا چہرہ پھیر کر بات نہ کر۔ اور زمین میں اکڑ کر نہ چل۔ بیشک اللہ اترا کر چلنے والے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا ہے"۔

یہ تکبر گناہ عظیم ہے۔ ایک مہلک مرض اور خطرناک بیماری ہے۔ یہ اسے لاحق ہوتی ہے، جس کی فطرت میں انحراف اور کجی ہوتی ہے۔ اور جس کی خصلت وعادت قبیح ہوتی ہے۔

یہ تکبر انسانی معاشرے میں بغض وعداوت پیدا کرنے اور اسے تہہ وبالا کرنے کا سبب اولین ہے۔ یہ اللہ کا حق چھین لینے کی جسارت اور غضب الہی کا باعث ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ فرماتا ہے "العز ازاری و الکبر ردائی فمن ینازعنی فی واحد منهما فقد عذبته (رواہ مسلم) یعنی "عزت میرا پہناوا اور تکبر میری چادر ہے۔ پس جو بھی ان میں سے ایک چیز بھی کھینچے گا تو اسے میں عذاب دوں گا"۔

آج ہمارے معاشرے میں مختلف بنیادوں پر کبر وغرور، فخر ومباہات کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ کچھ تو اپنے نسب عالی پر فخر کرتے ہیں۔ تو کسی کو اپنے زور خطابت پر گھمنڈ ہے۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں جن کو اپنی دولت پر ناز ہے۔ اور کچھ نادان دوست اپنی عبادت وتقوی کے غرور باطل میں مبتلا ہیں۔

واضح رہے کہ مال ودولت، حسن وجمال، جاہ ومنصب، قوت وثروت کی وجہ سے اپنے کو اشرف وبرتر سمجھنا، اور دوسروں کو حقیر وذلیل سمجھ کر اسے خاطر میں نہیں لانا، یہ کبر وغرور اللہ کو پسند نہیں۔ اور یہ انسان کی حماقت وحیوانیت کی دلیل ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

☆☆☆

ماہِ رمضان کے خصائص وفضائل

مولانا عبدالولی عبدالقوی، سعودی عرب

الحمد لله و الصلاة والسلام على رسول الله و أشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريك له و أشهد أن محمدا عبده ورسوله و بعد:

ماہ رمضان المبارک اسلامی سال کا نواں مہینہ ہے، یہ مہینہ اپنے فضائل و برکات کے لحاظ سے دیگر مہینوں کے مقابل گوناگوں امتیازی خصوصیات کا حامل ہے، اس میں اللہ تعالی کی بے پایاں رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں، جن سے ہر مسلمان مستفید ہونے کی کوشش کرتا ہے، یہ مبارک مہینہ باقی مہینوں کا سردار ہے، اس میں اللہ تعالی کی آخری کتاب قرآن کریم کا نزول لوح محفوظ سے آسمانی دنیا پر ہوا، اس مہینہ میں جنت کے دروازے کھول دئے جاتے اور جہنم کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے تاکہ وہ اللہ کے بندوں کو اس طرح گمراہ نہ کرسکیں جس طرح عام دنوں میں کرتے ہیں، اس مہینہ میں اللہ تعالی خصوصی طور پر اپنے بندوں کی مغفرت فرماتا اور انھیں جہنم سے آزادی کا انعام عطا کرتا ہے، اس مہینہ میں روزے رکھنا اسلام کا بنیادی رکن ہے، نیز اس میں کی جانے والی دوسری عبادات مثلاً قیام، تلاوت قرآن، صدقہ وخیرات، اعتکاف، عبادات لیلۃ القدر وغیرہ کی رسول اللہ ﷺ سے غایت درجہ فضیلت ثابت ہے، چنانچہ ہم ذیل میں اس ماہ مبارک کے بعض خصائص و امتیازات کا ذکر کرتے ہیں جو کسی دوسرے مہینہ کو حاصل نہیں ہیں:

(۱) ماہ رمضان روزہ جیسی عظیم عبادت کا وقت ہے:

روزہ جیسی عظیم عبادت کی ادائیگی کے لئے اللہ نے ماہ رمضان کا انتخاب فرمایا جس طرح حج جیسی عظیم عبادت کے لئے ماہ ذی الحجہ کا انتخاب فرمایا اور یہ روزے جن کی ادائیگی ماہ رمضان میں فرض قرار پائی دخول جنت کا ذریعہ ہیں:

ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من آمن بالله و رسوله و أقام الصلاة و صام رمضان كان حقا على الله أن يدخله الجنة"

جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، نماز قائم کرے، رمضان کے روزے رکھے، تو اللہ تعالی پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ (بخاری ۲۷۹۰)

(۲) ماہ رمضان قرآن کریم کے نزول کا مہینہ ہے:

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىَ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ﴾ (البقرۃ:۱۸۵)

ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن کریم نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اللہ ﷻ مذکورہ آیت کریمہ میں سارے مہینوں کے مابین ماہ رمضان کی تعریف کررہا ہے کہ اللہ نے اس مبارک مہینہ کو قرآن کریم کے نزول کے لئے خاص فرمایا" (تفسیر ابن کثیر ۱/۲۹۲)

رمضان میں قرآن کریم کے نزول کا یہ مطلب نہیں کہ مکمل قرآن کسی ایک رمضان میں نازل ہوگیا بلکہ رمضان کی شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمانی دنیا پر اتار دیا گیا اور وہاں بیت العزت میں رکھ دیا گیا۔

جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ (القدر:۱) یقیناً ہم نے اس قرآن کریم کو شب قدر میں نازل فرمایا ہے۔

نیز اللہ نے ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ﴾ (الدخان:۳)

بیشک ہم نے اسے (قرآن کریم کو) بابرکت رات (شب قدر) میں نازل فرمایا ہے، بیشک ہم ڈرانے والے ہیں۔

پھر وہاں سے جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام حسب حالات بحکم الہی تھوڑا تھوڑا لے کر پوری مدت نبوت میں نازل ہوتے رہے۔

(الجامع لأحکام القرآن للقرطبی ۱/۱۹۷، فتح القدیر للشوکانی ۵/۶۶۹)

(۳) ماہ رمضان کے روزے گناہوں کے لئے کفارہ ہیں:

ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"الصلوات الخمس و الجمعة الى الجمعة و رمضان الى رمضان مكفرات ما بينهن اذا اجتنبت الكبائر"

پانچ نمازیں، جمعہ دوسرے جمعہ تک اور رمضان دوسرے رمضان تک ان کے مابین ہونے والے گناہوں کے لئے کفارہ ہیں، بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے (کیوں کہ کبیرہ گناہ سچی اور خالص توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے) (مسلم ۲۳۳/۱۶)

(۴) ماہ رمضان میں جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں:

(۵) ماہ رمضان میں جہنم کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں:

(۶) ماہ رمضان میں سرکش شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے:
(۷) ماہ رمضان میں رحمت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں:
(۸) ماہ رمضان میں آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں:
(۹) ماہ رمضان میں ایک آواز لگانے والا آواز لگاتا ہے: اے نیکیوں کے طلب گارو آگے بڑھو اور اے گناہوں کے ڈھونڈھنے والو گناہوں سے رک جاؤ۔
(۱۰) ماہ رمضان میں اللہ تعالی بہت سے لوگوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے:

مذکورہ باتوں کی دلیل مندرجہ ذیل احادیث ہیں:

ابو ہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اذا دخل رمضان فتحت أبواب السماء و غلقت أبواب جهنم و سلسلت الشياطين''

جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں اور شیاطین قید کردئے جاتے ہیں۔ (بخاری ۱۸۹۹)

اور صحیح مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

''اذا كان رمضان فتحت أبواب الرحمة و غلقت أبواب جهنم و سلسلت الشياطين''

جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو رحمت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں اور شیاطین قید کردئے جاتے ہیں۔ (مسلم ۱۰۷۹)

ابو ہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اذا كانت أول ليلة من رمضان صفدت الشياطين و مردة الجن و غلقت أبواب النار فلم يفتح منها باب و فتحت أبواب الجنة فلم يغلق منها باب و نادى مناد يا باغي الخير أقبل و ياباغي الشر أقصر و لله عتقاء من النار و ذلك كل ليلة''

جب ماہ رمضان کی پہلی شب ہوتی ہے، تو شیطانوں اور سرکش جناتوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے، جہنم کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں اور (پورے رمضان) اس کا کوئی بھی دروازہ نہیں کھولا جاتا ہے، جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور (پورے رمضان) اس کا کوئی بھی دروازہ بند نہیں کیا جاتا ہے، اور ایک پکارنے والا پکارتا ہے اے بھلائیوں کے چاہنے والو! آگے بڑھو اور اے برائیوں کے ڈھونڈنے والو! برائیوں سے رک جاؤ اور (اس ماہ رمضان میں) اللہ سبحانہ وتعالی بہت سارے لوگوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور ایسا ہر رات ہوتا ہے۔

(ابن ماجہ ۱۶۴۲، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، دیکھئے: صحیح ابن ماجہ ۱/ ۲۷۵)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''ماہ رمضان میں شیطانوں کے جکڑ دئے جانے سے مراد یہ ہے کہ روزہ داروں سے شرور ومعاصی کا صدور کم ہوجاتا ہے جنھوں نے آداب وشروط کی پاسداری کے ساتھ روزہ رکھا ہے یا مراد یہ ہے کہ سبھی شیاطین نہیں بلکہ صرف سرکش شیطان جکڑ دئے جاتے ہیں، جیسا کہ بعض روایات میں اس کا ذکر ہے یا شیطانوں کے جکڑ دئے جانے سے مقصود ماہ رمضان میں شرور ومعاصی کا کم ہونا ہے جیسا کہ ہر شخص محسوس کرتا ہے کہ رمضان میں دوسرے مہینوں کی نسبت گناہ کم ہوجاتے ہیں، (واضح رہے کہ) شیطانوں کے جکڑ دئے جانے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ ماہ رمضان میں سرے سے شرور ومعاصی کا خاتمہ ہوجائے، کیوں کہ شیاطین کے علاوہ برائی کے دیگر اسباب بھی ہیں مثلا خبیث نفوس، بری لت، انسانی شیطان جو شیاطین کی نیابت کرتے اور معاصی کو جنم دیتے ہیں۔'' (فتح الباری ۴/ ۱۳۷، فیض القدیر ۱/ ۳۴۰)

(۱۱) ماہ رمضان کی برکتوں سے محروم رہنے والا بے نصیب ہے:

انس بن مالک ﷛ بیان کرتے ہیں کہ ماہ رمضان کی آمد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ان هذا الشهر قد حضركم و فيه ليلة خير من ألف شهر من حرمها فقد حرم الخير كله و لا يحرم خيرها الا محروم''

یہ مہینہ جو تم پر آیا ہے، اس میں ایک ایسی رات ہے جو (قدرومنزلت کے اعتبار سے) ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو شخص اس کی سعادت حاصل کرنے سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا نیز فرمایا: لیلۃ القدر کی سعادت سے صرف بے نصیب ہی محروم کیا جاتا ہے۔

(ابن ماجہ ۱۶۴۴، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، دیکھئے: صحیح ابن ماجہ ۱/ ۲۷۵)

(۱۲) ماہ رمضان صبر کا مہینہ ہے:

عبداللہ بن عباس ﷛ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''صوم شهر الصبر و ثلاثة أيام من كل شهر يذهبن وحر الصدر''

ماہ رمضان کے روزے اور ہر ماہ میں تین روزے رکھنے سے دل کے وسوسوں اور کینہ و کپٹ کا خاتمہ ہوتا ہے۔ (حسن صحیح عند الالبانی رحمہ اللہ) دیکھئے: صحیح الترغیب و الترہیب ۱/ ۵۹۹ ح ۱۰۳۲)

ماہ رمضان صبر کا مہینہ ہے کہ بندہ مسلم اس مہینہ میں اللہ کی اطاعت وفرماں برداری، بھوک و پیاس کی شدت اور اللہ کے حرام کردہ امور پر صبر کرتا اور ان سے رکا رہتا ہے۔

(۱۳) ماہ رمضان میں گناہ بخشے جاتے ہیں:

ابو ہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من صام رمضان ايمانا و احتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه"

جس نے ایمان کے ساتھ اوراجر وثواب کی امید رکھتے ہوئے رمضان المبارک کے روزے رکھے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔ (بخاری ۳۸، مسلم ۷۶۰)

"یعنی جو بندہ مسلم فریضہ الٰہی کی تصدیق کرتے ہوئے، اس کی فضیلت کا طلب گار ہوکر، ریاونمود اور اخلاص کے منافی امور سے بچتے ہوئے خالص رضائے الٰہی کی خاطر روزہ رکھے گا اس کے پچھلے گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔ (شرح النووی علی صحیح مسلم ۳/۴۶)

(۱۴) ماہ رمضان میں تراویح ادا کرنے سے گناہ بخش دئے جاتے ہیں:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من قام رمضان ايمانا و احتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه"

جس نے ماہ رمضان میں ایمان کے ساتھ، ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے گزشتہ تمام گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔ (بخاری ۳۸، مسلم ۷۶۰)

(۱۵) ماہ رمضان میں ایک ایسی شب ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے:

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (1) وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ (2) لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ (3) تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيْهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ (4) سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾

یقیناً ہم نے اسے (قرآن کریم کو) شب قدر میں نازل فرمایا، آپ کو کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس میں ہر کام کے سرانجام دینے کے لئے اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح (جبرئیل) اترتے ہیں، یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے اور فجر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تحروا ليلة القدر في الوتر من العشر الاواخر من رمضان"

رمضان کے آخری عشرے (دس دن) کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔ (بخاری ۲۰۱۷)

(۱۶) ماہ رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہے:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"فان عمرة في رمضان تقضي حجة أو حجة معي" رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج کرنے یا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

(بخاری ۱۸۶۳، مسلم ۱۲۵۶)

(۱۷) ماہ رمضان کے روزے دخول جنت کا ذریعہ ہیں:

جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں فرض نمازیں پڑھوں، ماہ رمضان کے روزے رکھوں، حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھوں اور اس سے زیادہ کچھ نہ کروں، تو کیا میں جنت میں داخل ہوجاؤں گا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہاں"، اس پر اس شخص نے کہا: اللہ کی قسم میں اس سے زیادہ نہ کروں گا۔ (مسلم ۱۵/۱۸)

(۱۸) رمضان پانے کے باوجود مغفرت الٰہی سے سرفراز نہ ہونے والے کے لئے ہلاکت ہے:

کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو منبر لانے کا حکم دیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منبر لے آئے، جب نبی ﷺ پہلی سیڑھی پر چڑھے، تو فرمایا: "آمین" پھر جب دوسری سیڑھی پر چڑھے، تو فرمایا: "آمین" اسی طرح جب تیسری سیڑھی پر چڑھے، تو فرمایا: "آمین"۔

جب رسول اللہ ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے، تو ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آج ہم نے آپ سے ایسی بات سنی جو اس سے پہلے نہیں سنی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا:

"ان جبرئيل عرض لي فقال: بعد من أدرك رمضان فلم يغفر له قلت: آمين فلما رقيت الثانية قال: بعد من ذكرت عنده فلم يصل عليك فقلت: آمين فلما رقيت الثالثة قال: بعد من أدرك أبويه الكبر عنده أو أحدهما فلم يدخلاه الجنة قلت آمين"

جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام میرے پاس آئے اور کہا: اس آدمی کے لئے ہلاکت ہے جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اپنے گناہوں کی بخشش اور معافی نہ حاصل کرسکا، میں نے اس کے جواب میں "آمین" کہی، پھر جب میں دوسری سیڑھی پر چڑھا، تو جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام نے کہا: ہلاکت ہے اس آدمی کے لئے جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے، میں نے اس کے جواب میں بھی آمین کہی، پھر جب میں تیسری سیڑھی پر چڑھا تو جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام نے کہا: جس شخص نے اپنے ماں باپ یا دونوں میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور ان کی خدمت کرکے جنت حاصل نہ کرسکا، اس کے لئے بھی ہلاکت ہو، میں نے اس کے جواب میں بھی آمین کہی۔ (صحیح عندالالبانی رحمہ اللہ) دیکھئے: صحیح الترغیب و الترہیب ۱/۵۸۳)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس مبارک مہینہ کی قدر ومنزلت کو سمجھنے اور اس میں فرض روزوں کی پابندی کے ساتھ دیگر اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے. آمین

☆☆☆

گاؤں محلہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجیے

اور مکاتب میں تجوید وتعلیم قرآن کریم کا اہتمام کیجئے!

حضرات! قرآن کریم بنو نوع انسان وجنان کے نام اللہ رب العالمین کا آخری پیغام ہے۔ جو نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا، جو ہدایت کا سرچشمہ، عبرت وموعظت کا ذریعہ اور دین وشریعت اور توحید ورسالت کا اولین مرجع ومصدر ہے، جس کا حرف حرف علم وعرفان اور حکمت وموعظمت کے موتیوں سے لبریز ہے، جس کی تعلیم وتعلم اور تلاوت باعث ثواب اور جس پر عمل فوز وفلاح اور سعادت دارین کا سبب اور ضمانت ہے اور قوموں کی عزت وذلت اور عروج وزوال اسی سے مربوط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اول یوم سے اس کی تلاوت وقرأت اور اس پر عمل کا خصوصی اہتمام کیا، حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کے مکاتب ومدارس قائم کئے اور سوسائٹی میں اس کی تعلیم واتباع کو خصوصیت کے ساتھ رواج دیا۔ نتیجتاً وہ اس اہتمام بالقرآن کی برکت سے ہر میدان میں اوج کمال تک پہنچے۔ لیکن بعد کے ادوار میں یہ روشن روایت دن بدن کمزور پڑتی گئی۔ خود برصغیر میں تعلیم وتفسیر قرآن کریم تو کجا تجوید وقرأت کا عرصہ تک کما حقہ اور مضبوط انتظام نہ ہوسکا اور نہ اس پر خصوصی توجہ مبذول کی گئی۔ حالانکہ تعلیم وتعلم قرآن میں علم تاویل وتفسیر اور غور وفکر کے ساتھ ساتھ تجوید بھی مقصود تھا اور ہمارے نبی کریم محمد ﷺ نے اس کی بڑی تاکید بھی فرمائی تھی۔

مقام شکر ہے کہ چند دہائی قبل مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سمیت مختلف جہات سے تعلیمی بیداری مہم کے نتیجے میں مدارس وجامعات اور مکاتب ومساجد میں تجوید قرآن کریم کا مبارک سلسلہ شروع ہوا تھا جس کے ملکی سطح پر بہترین ثمرات سامنے آئے۔ پورے ملک میں مکاتب بڑے پیمانے پر قائم ہوئے اور بہت سی بستیوں میں مکتب کی تعلیم کے زیر اثر بچوں کی ذہنی طور پر نشو ونما ہونے لگی۔ لیکن روز بروز بدلتے حالات کے پیش نظر عصری تعلیم گاہوں اور کنونٹس اور گاؤں میں مدارس کی وجہ سے مکاتب بہت متاثر ہوئے۔ لہٰذا مکاتب کو بڑے اور عمدہ پیمانے پر پروان چڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ نئی نسل کو دین کی بنیادی باتوں اور قرآن کریم سے روشناس کرایا جاسکے۔

لہٰذا آپ حضرات سے دردمندانہ گزارش ہے کہ اس حوالے سے خصوصی توجہ مبذول کریں اور اپنے گاؤں اور محلوں میں صباحی ومسائی مکاتب کے قیام کو یقینی بنائیں، اگر قائم ہیں تو ان کی سرگرمی وفعالیت میں بہتری لائیں، قدیم نظام کا احیاء کریں، ان میں تجوید وتعلیم قرآن کا خصوصی اہتمام کریں تاکہ جماعت وملت کے نونہالوں کو دین واخلاق سے آراستہ کرسکیں اور انھیں دین وعقیدہ پر قائم رکھ سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایک ہوکر دین حنیف، جماعت وجمعیت اور ملک وملت کی مخلصانہ خدمت انجام دینے کی توفیق بخشے، ہر طرح کے فتنے اور آزمائش سے محفوظ رکھے اور عالمی مہلک وبا کورونا وغیرہ سے سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

اپیل کنندگان

اصغر علی امام مہدی سلفی

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند و دیگر ذمہ داران

رمضان میں اکل وشرب میں اسراف

مولانا اسعد اعظمی، جامعہ سلفیہ، بنارس

روزہ روحانی فوائد سے بھرپور ایک عظیم الشان عبادت ہے جس میں طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک انسان کھانے پینے اور جماع سے کنارہ کش رہتا ہے۔ کھانا پینا انسانی جسم کی بنیادی ضرورت ہے جس کے بغیر زندگی کا تصور نہیں۔ اس میں کمی کی جاسکتی ہے، وقفہ بڑھایا جاسکتا ہے، لیکن کلیۃً اس سے مستغنی نہیں ہوا جاسکتا۔ لیکن اگر انسان کی ساری تگ ودو پیٹ اور شرم گاہ کے مطالبوں کی تکمیل تک محدود رہے اس کے علاوہ کسی اور چیز سے اسے مطلب نہ ہو تو اس میں اور ایک جانور میں کیا فرق رہ جائے گا۔

جس طرح انسان کی جسمانی ضرورتیں ہیں اسی طرح اس کے روحانی تقاضے بھی ہیں۔ جسم اور روح کے مجموعے کا نام انسان ہے، اس لیے دونوں کے تقاضوں کی توازن کے ساتھ تکمیل ہونی چاہیے۔ روزہ ایک طرح سے اسی اعتدال وتوازن کی طرف توجہ مبذول کراتا ہے اور اس کی تربیت دیتا ہے۔ اس طرح کی عبادت اسلام کے پہلے کے مذاہب میں بھی پائی جاتی تھی اور دیگر وضعی اور محرف مذاہب میں بھی پائی جاتی ہے۔

اس مضمون میں جس امر کی طرف توجہ مبذول کرانا مقصود ہے وہ یہ کہ عام طور سے رمضان کے مہینے میں مسلم معاشروں میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ کھانے پینے کا اہتمام مبالغے کی حد تک کیا جاتا ہے، سحر وافطار میں انواع واقسام کے مطعومات ومشروبات سے دسترخوان بھرا ہوتا ہے۔ عام دنوں میں کھانے پینے کے لیے جو تخمینی بجٹ ہوتا ہے اچانک اس میں زبردست اضافہ ہوجاتا ہے، جب کہ عام دنوں میں ۲۴/ گھنٹہ کھانے پینے کا اختیار ہوتا ہے تو رمضان میں وہ گھٹ کر ۸-۹/ گھنٹے ہی رہ جاتا ہے۔ ایسے میں اس بجٹ میں کمی آنی چاہیے نہ کہ زیادتی۔ رمضان میں مسلم محلوں اور علاقوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ صبح سے دوپہر تک تو قدرے سکون رہتا ہے لیکن دوپہر کے بعد سے ہر طرف اکل وشرب کے لوازمات، ان کی خرید وفروخت، ان کی تیاری، ان کا اہتمام، ان کے لیے بھیڑ بھاڑ اور بسا اوقات تصادم وتضارب کے مناظر بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ روزہ کی وجہ سے لاحق ہونے والی بھوک اور پیاس کو مٹانے کے لیے اور روزے کی وجہ سے بدن کو لاحق ہونے والی کمزوری کے تدارک کے لیے انسان سوچتا ہے کہ اپنے پیٹ میں کیا کیا نہ انڈیل لے۔ یہی ذہنیت کتنوں کو افطار کے دسترخوان سے سیدھے اسپتال پہنچا دیتی ہے۔ اللہ کے وضع کردہ نظام میں بھی کیا کیا حکمتیں ہیں۔ اس نے افطار کا وقت بہت مختصر رکھا کہ افطار کے معاً بعد مغرب کی نماز ادا کرنی ہوتی ہے اور آدمی چار و ناچار ہاتھ کھینچ کر مسجد کا رخ کرتا ہے (اگر وہ کم از کم رمضان میں نماز کی پابندی کرتا ہے) اگر یہ رکاوٹ نہ ہوتی تو معلوم نہیں لالچی طبیعتوں کا کیا حشر ہوتا۔

بہت سارے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ جو کچھ بھی پیٹ میں جائے گا اس سے صحت کو اور جسم کو فائدہ ہی ہوگا چاہے جتنی زیادہ مقدار میں ہو۔ ایسا تصور صد فی صد غلط ہے۔ اعتدال اور توازن سے جو چیز ہٹ جاتی ہے وہ نقصان ہی پہنچاتی ہے۔ کھانے پینے کے معاملے میں اعتدال کی تعلیم شریعت نے بھی دی ہے اور قدیم وجدید اطباء بھی اس پر متفق نظر آتے ہیں۔

طبی، شرعی، اقتصادی اور معاشرتی ہر اعتبار سے بسیارخوری مضر ہے، قرآن کریم کی آیت: "كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا" کے ذریعہ بندوں کو تنبیہ کردی گئی ہے کہ کھاؤ پیو ضرور مگر حد سے تجاوز نہ کرو۔

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ" آدمی پیٹ سے زیادہ برے کسی برتن کو نہیں بھرتا، انسان کے لیے چند لقمے ہی کافی ہیں جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھ سکیں، البتہ آدمی بضد ہی ہے تو ایک تہائی حصہ میں کھانا کھائے، ایک تہائی حصہ میں پانی پیے اور ایک تہائی حصہ سانس لینے کے لیے باقی رکھے"۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ بسند صحیح)

ایک دوسری حدیث میں بسیارخوری سے اجتناب کی گویا ایک تدبیر بتاتے ہوئے نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:"ایک آدمی کا کھانا دو آدمی کے لیے کافی ہوتا ہے اور دو آدمی کا کھانا تین کے لیے کافی ہوتا ہے"۔ (بخاری ومسلم)

کھانے پینے میں بے احتیاطی اور مسرفانہ طرز کو شعارِ کفار قرار دیتے ہوئے آپ ﷺ فرماتے ہیں:"مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے"۔ (بخاری ومسلم)

یہ شرعی تعلیمات ایک انسان کو کھانے پینے کے معاملے میں اعتدال اور میانہ روی کی ترغیب دیتی ہیں، اور پُرخوری اور بے اعتدالی سے بچنے کی تلقین کرتی ہیں، ظاہر ہے کہ اسی میں خیر کا پہلو ہوگا جبھی تو شریعت نے ایسی ہدایات دی ہیں۔ لہٰذا خورد ونوش کے سلسلے میں میانہ روی کے فوائد اور بے اعتدالی کے نقصانات کی تفصیل کے لیے اطباء وماہرین کے اقوال وتجربات کی طرف رجوع کرنا مناسب ہوگا۔

اطباء وماہرین کی رائے

قدیم زمانے سے لے کر آج تک کے مشاہیر اطباء ودانشوران کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کثرت غذا متعدد امراض ومشکلات کا سبب بنتی ہے اور اس پر استمرار ومداومت بسا اوقات جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔ خلیفہ ہارون رشید نے ایک مرتبہ

مختلف علاقوں کے چار اطباء کو جمع کر کے کہا کہ آپ میں سے ہر شخص ایسی دوا بتائے جس میں کوئی بیماری نہ ہو۔ان میں سے تین طبیبوں نے اپنے اپنے علم وتجربے کی روشنی میں الگ الگ چیزوں کا تذکرہ کیا،مگر چوتھے طبیب نے ان تینوں کی بیان کی ہوئی چیزوں کے مضرات کو ذکر کیا اور کہا کہ وہ دوا جس میں کوئی بیماری نہیں، یہ ہے کہ تم کھانے پر اس وقت بیٹھو جب تمہیں اس کی طلب ہو، اور اس حالت میں کھانے سے فارغ ہو جاؤ جبکہ طلب باقی رہے۔

بقراط نے اس سلسلے میں متعدد نصیحتیں کی ہیں،اس کا کہنا ہے کہ:

- ہر زائد چیز انسانی فطرت کے خلاف ہے۔
- مضر چیز کا کم استعمال مفید چیز کے زائد استعمال سے بہتر ہے۔
- دو چیزوں کے ذریعہ اپنی صحت کو دوام بخشو:

ایک یہ کہ تکان کا احساس کر کے فوراً سستی اور آرام طلبی کے چکر میں نہ پڑو،

دوسرے یہ کہ کھانے پینے کی چیزوں سے اپنے شکم کو خوب نہ بھر لیا کرو۔

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

چار چیزیں جسم کو بیماری میں مبتلا کرتی ہیں:

زیادہ بولنا،زیادہ سونا،زیادہ کھانا،زیادہ جماع کرنا۔

اس کے بعد زیادہ کھانے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس سے معدہ کا منہ خراب ہو جاتا ہے،جسم کمزور ہوتا ہے، غلیظ ریاح پیدا ہوتی ہے اور مشقت بھری بیماریاں جنم لیتی ہیں۔

حکیم جالینوس نے ایک بار اپنے ساتھیوں سے چند چیزوں کی پابندی اور چند چیزوں سے اجتناب کی تلقین کرتے ہوئے کہا کہ اگر ایسا کروگے تو کبھی کسی طبیب کی ضرورت نہیں پڑے گی، ان ہدایات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ''پیٹ بھر جانے کے بعد مزید کھانا مت کھاؤ''۔

لقمان حکیم اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''آسودگی پر کوئی چیز نہ کھاؤ، تمہارے کھانے سے بہتر ہے کہ تم اسے کتے کے لیے چھوڑ دو''۔

فضیل بن عیاضؒ کہتے ہیں: دو چیزیں قساوت قلبی کا سبب بنتی ہیں: زیادہ بولنا اور زیادہ کھانا۔

بغیر بھوک کے کھانا: زیادہ کھانے کی ہوس اور شکم پروری کی حرص میں مبتلا انسان عموماً اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ فی الواقع اسے کھانے کی طلب ہے یا نہیں، اس کا پیٹ خالی ہے یا نہیں، بلکہ ماکولات ومشروبات کے قبیل کی ہر چیز کو وہ خوش آمدید کہتا ہے اور اس سے لطف اندوز ہونے کو ہر دوسری چیز پر ترجیح دیتا ہے، حالانکہ یہ عادت بھی اس کے جسم اور روح دونوں کے لیے تباہ کن ہے، جیسا کہ متعدد اطباء نے صراحت کی ہے، حکیم جالینوس سے سوال کیا گیا کہ کیا وجہ ہے آپ کبھی بیمار نہیں پڑتے؟ اس کے جواب میں انہوں نے چند باتیں بتائیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ ''پیٹ میں کھانا موجود ہوتے ہوئے میں نے کبھی اس پر دوسرا کھانا داخل نہیں کیا''۔

عرب کے مشہور طبیب حارث بن کلدہ سے کچھ طبی سوالات کیے گئے، اس کے جواب میں اس نے ایک بات یہ بھی بتائی تھی کہ کبھی اپنے پیٹ میں ایسی حالت میں کھانا نہ داخل کرو جب کہ اس میں کھانا موجود ہو۔

مامون کے ایک طبیب نے ایک مرتبہ چند ہدایتیں دیں اور کہا کہ جو شخص ان کی پابندی کرے گا، اسے مرض الموت کے علاوہ کوئی دوسرا مرض لاحق نہ ہوگا، ان میں سب سے پہلی ہدایت یہ ہے کہ اگر تمہارے معدے میں کھانا موجود ہو تو پھر کھانا مت کھاؤ۔

علامہ ابن القیم علیہ الرحمۃ نے بسیار خوری اور بلاضرورت بار بار کھانے پینے کی مضرتوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے جس میں سے بعض اہم چیزیں یہاں ذکر کی جاتی ہیں، ابن القیمؒ فرماتے ہیں:

''جسمانی امراض عام طور سے اس زائد مادے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں جسے جسم میں افراط کے ساتھ داخل کیا جاتا ہے اور یہی زائد مادہ جسم کے طبعی نظام میں گڑبڑی پیدا کرتا ہے، ان امراض کے اسباب کئی ایک ہیں، مثلاً پہلے سے جسم میں موجود کھانے کے ہضم ہونے سے پہلے دوسرا کھانا اس میں داخل کر دینا، جسم کو جس مقدار میں کھانے کی ضرورت ہے اس سے زیادہ کھانا، قلیل الفائدہ اور دیر میں ہضم ہونے والی غذائیں لینا، مختلف انواع واقسام کی غذاؤں کو کثرت سے استعمال کرنا وغیرہ۔ جب انسان ان غذاؤں سے اپنا شکم پر کر لیتا ہے اور اسی کا عادی ہو جاتا ہے تو مختلف قسم کی بیماریاں اس کے حصے میں آتی ہیں جن میں سے بعض جلد رخصت ہو جاتی ہیں تو بعض لمبے عرصے تک باقی رہتی ہیں، البتہ جب انسان غذا کے سلسلے میں میانہ روی سے کام لیتا ہے، ضرورت کے بقدر غذا کا استعمال کرتا ہے اور کمیت وکیفیت دونوں میں اعتدال کی راہ اختیار کرتا ہے تو کثیر مقدار میں کھائی جانے والی غذا کے مقابل اس غذا سے اس کے جسم کو فائدہ زیادہ پہنچتا ہے''۔

ابن القیمؒ مزید لکھتے ہیں کہ غذا کے تین مراتب ہیں: (۱) ضرورت (۲) کفایت (۳) زائد۔

اور نبی کریم ﷺ نے بتلایا ہے کہ چند لقمے جن سے انسان کی پیٹھ سیدھی رہ سکے اور اسے کوئی کمزوری نہ لاحق ہو وہی اس کے لیے کافی ہیں، اگر اس سے زیادہ کی خواہش ہے تو ایک تہائی حصہ میں کھائے، ایک تہائی کو پانی کے لیے چھوڑ دے، اور ایک تہائی کو سانس لینے کے لیے۔ یہ بدن اور دل دونوں کے لیے بیحد مفید ہے، کیونکہ پیٹ اگر صرف کھانے سے پُر ہو جائے تو پانی کے لیے گنجائش نہیں رہ جاتی، اگر اسی پر پانی بھی پی لیا جائے تو سانس لینے میں دشواری ہوتی ہے، اور آدمی بے چین اور بوجھل ہو جاتا ہے، اور اس کی حالت اس آدمی جیسی ہو جاتی ہے جس نے کوئی بھاری بوجھ اٹھا

رکھا ہو۔اس کے علاوہ فساد قلب، نیکی کے کاموں میں سستی اور آسودگی کے نتیجے میں خواہشات کی انگڑائی جیسے نتائج الگ ہیں۔پس معلوم ہوا کہ کھانے سے پیٹ بھرلینا دل اور جسم دونوں کے لیے مضر ہے......آسودگی سے زائد کھانے سے جسم اور اس کے قوی کمزور ہو جاتے ہیں، بھلے تندرست دکھائی پڑے، جسم غذا کی کثرت سے مضبوط نہیں ہوتا، بلکہ جتنی غذا کو قبول کرتا ہے اسی کے بقدر طاقت ور ہوتا ہے‘‘۔(زادالمعاد ،الآداب الشرعیۃ، وکتب اخری)

ان شرعی اور طبی حقائق اور اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں رمضان کے مہینے میں اپنے کھانے پینے کے معمولات اور اسراف وتبذیر کے رویے میں تبدیلی لانی ضروری ہے۔اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو نہ صرف اپنے دین اور شریعت کی تعلیمات کی خلاف ورزی کرتے ہیں بلکہ اپنے جسم اور اپنی صحت کے ساتھ بھی کھلواڑ کرتے ہیں، روپئے پیسے کی بربادی الگ ہے۔اللہ تعالی ہمیں ہرطرح کے برے انجام سے محفوظ رکھے۔آمین۔

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان

اعلان ملکیت و دیگر تفصیلات

بابت فارم نمبر۴، رول نمبر۱

۱	نام پرچہ	:	جریدہ ترجمان
۲	وقفہ اشاعت	:	پندرہ روزہ
۳	مقام اشاعت	:	اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی-۶
۴	طابع وناشر	:	محمد عرفان شاکر
۵	قومیت	:	ہندوستانی
۶	مکمل پتہ	:	اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی-۶
۷	ایڈیٹر	:	عبدالقدوس اطہر نقوی
۸	قومیت	:	ہندوستانی
۹	مکمل پتہ	:	اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی-۶
۱۰	ملکیت	:	مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی-۶

میں محمد عرفان شاکر، پرنٹر پبلیشر تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا امور میرے علم ویقین کے مطابق صحیح ودرست ہیں۔

دستخط

محمد عرفان شاکر

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلی تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کر سکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ’’جریدہ ترجمان‘‘ (اُردو)، ماہنامہ ’’اصلاح سماج‘‘ (ہندی)، نیز ماہنامہ ’’دی سمپل ٹروتھ‘‘ (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایا جات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایا جات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

رمضان مبارک کے لیے بچوں کو تیار کرنا

مولانا عبدالمنان شکراوی

کچھ ہی دن بعد ماہ رمضان کا ورود مسعود ہونے والا ہے۔ رمضان، خیرات وبرکات کا مہینہ ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کریم کا نزول ہوا اور اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل وکرم ورحمت سے سرفراز فرمایا۔ اسے لیلۃ القدر جو کہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے کا شرف بخشا اور اس بات کا وعدہ فرمایا کہ جو کوئی بھی روزہ رکھے گا اور قیام کرے گا اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیے جائیں گے۔ یہ ایسا مہینہ ہے جس میں نیکیوں کے ثواب میں کئی گنا اضافہ ہوجاتا ہے اور درجات بلند کردیے جاتے ہیں۔ اس ماہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے۔ اگر کوئی اس ماہ کا اہتمام کرلے اور اس کی فضیلت کو موقعۂ غنیمت جان لے تو ان ایام کی خیرات وبرکات اور مناجات وسرگوشیٔ باری تعالیٰ کی خوشبو کے جھونکوں کے کیا کہنے!

جس طرح ایک مسلمان کے لیے یہ واجب ہے کہ وہ اپنی عمر عزیز کی ساعتوں کو اس مہینے کے صحیح استعمال میں لگادے، اسی طرح اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس میں اپنے بچوں کا خاص خیال رکھے، ان کی پوری دیکھ بھال کرے، بہترین تربیت دے، انہیں بھلائی کے کاموں کی ترغیب دے اور ان کی عادت بھی ڈالے۔ کیونکہ بچے میں پرورش وپرداخت کے وقت جیسی عادتیں ڈالیں گی، انہیں کا وہ عادی ہوگا۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ع

وینشأ ناشئ الفتیان منا　　علی ما کان عودہ ابوہ
ومادان الفتی بحجی ولکن　　یعلمہ التدین اقربوہ

ہمارے نوجوانوں میں سے کوئی بھی ویسی ہی پرورش پائے گا جس کا عادی اسے اس کا باپ بنائے گا۔ نوجوان کی رہنمائی اس کی عقل وسوجھ بوجھ نہیں کرتی بلکہ عادات واطوار اسے اس کے اقربا سکھاتے ہیں۔

تربیتی اقدامات: میرے پیارے مربی! کچھ اہم اقدامات حاضر خدمت ہیں جن کی جانب آپ اپنے بچوں کی رہنمائی کریں تاکہ وہ بہتر انداز میں ماہ رمضان المبارک کا استقبال کرسکیں، اجر عظیم کا موقعہ پاسکیں اور وہ اس سے مربوط ہوسکیں کیونکہ یہ مہینہ عبادت گزاری اور ایمانی قوت سے ریچارج ہونے کا اہم ترین موسم ہے، اس طرح وہ اس کے عادی ہوجائیں گے۔ ان شاءاللہ

نفسیاتی تیاری: یہ نفسیاتی تیاری عملاً ہم میں سے ہر شخص کے ذہن ودماغ میں موجود ہوتی ہے۔ مومن کو سال بہ سال رمضان کی آمد کا شدت سے انتظار ہوتا ہے۔ دیگر مہینوں کے گزرنے کی اسے جلدی ہوتی ہے۔ لیکن یہاں مقصد اس سے بچوں کے لیے ان احساسات کا اظہار ہے کہ رمضان کی آمد کا انتظار ہے اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ گفتگو کی جائے، اس کی تیاری پر زور دیا جائے، اس کی خصوصیات اور افادیت اور اس ماہ میں بھلائیوں کا جو ثواب ملتا ہے اس کو گفتگو کا محور بنایا جائے۔

رمضان کی آمد پر خوشی کا اظہار: ارشاد باری تعالیٰ ہے: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (یونس:۵۸) ترجمہ: ''آپ کہہ دیجیے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہیے، وہ اس سے بدرجہا بہتر ہے جس کو وہ جمع کررہے ہیں۔''

ماہ رمضان کی آمد پر والدین کی خوشی ومسرت اور سعادت ونیک بختی کے اظہار سے بچوں کے ذہن ودماغ میں اس ماہ کی اہمیت کی بنیاد پڑجاتی ہے۔ درحقیقت ایک مسلمان کے لیے سچی خوشی اس بات سے ہوتی ہے کہ اس کے اوقات اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری میں گزریں اور اللہ تعالیٰ نے ہم پر جو فرائض مقرر کیے ہیں، اس کی کما حقہ ادائیگی کریں۔ اس خوشی کے اظہار کے لیے بلامبالغہ گھروں کے سجانے سنوارنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس سے بچوں اور بڑوں سب کو ایک قسم کی خوشی حاصل ہوگی جس کے منانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آج بھونڈے انداز میں جس طرح کی مختلف مناسبات پر خوشیاں منائی جاتی ہیں ان کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے، یہ اس سے مختلف ہے۔

رمضان کی منصوبہ بندی: ماہ رمضان کی آمد سے کچھ پہلے باپ اپنے کنبے کے افراد کو ہدایت دے کہ وہ رمضان سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی غرض سے اپنا اپنا یومیہ لائحہ عمل تیار کریں جس میں بتائیں کہ وہ اپنا دن کس طرح گزاریں گے، رمضان کی بہاروں، نماز تراویح، تلاوت قرآن کریم، ذکر واذکار، دعا ودیگر عبادات اور اللہ کا تقرب حاصل کرنے والے اعمال سے کس طرح مستفید ہوں گے؟ پھر وہ ایک ساتھ بیٹھ کر اس یومیہ پروگرام کے نقاط پر غور وفکر کریں اور اس پروگرام کی کامیابی کے امکانات کا جائزہ لیں۔

محبت میں اضافہ اور رشتوں میں حرارت: جب ہم ہمیشہ سب کو آواز دیتے رہیں گے اور بچوں کو خاندان اور والدین سے جڑے رہنے کی اہمیت بتاتے رہیں گے تو گھر، خاندان اور والدین ہی ان کا مرجع بنے رہیں جن پر ان کا بھروسہ رہے اور انہیں کے سائے میں وہ اپنے آپ کو محفوظ تصور کریں تو تربیت کرنے والا اپنے خاندان کے افراد کو مضبوط ڈوری میں باندھے رکھنے کا اطاعت وفرماں برداری کے اعمال کو ایک ساتھ ادا کرنے سے بہتر اور مضبوط ذریعہ کوئی اور نہیں پائے گا

۔ماہ رمضان المبارک فطری طور پر آتا ہی اس لیے ہے کہ وہ اس مقصد کو پانے کا پہلا میدان ثابت ہو جہاں خاندان کے افراد روزے کے فریضے کی ادائیگی میں ایک ساتھ رہیں۔ پھر سحر وافطار کے اوقات میں بھی جمع ہوں۔ دن کے اوقات میں باپ اپنے بچوں کو ماں سمیت قرآن کریم کی تلاوت کی مجلس میں شرکت کے لیے بلائے۔ وہ باری باری تلاوت کریں اگر کوئی غلطی کر رہا ہے تو اس کی اصلاح کرتا رہے یہاں تک کہ وہ ماہ رمضان المبارک میں پورا قرآن پڑھ لیں۔ کتاب ریاض الصالحین میں سے کوئی مختصر باب یا کوئی مختصر تفسیر پڑھنے کا موقعہ ملے تو یہ بھی بہتر ہوگا۔ اس طرح ماہ رمضان المبارک خاندان کے لیے بہترین موقعہ ہوگا کہ وہ اسے اس طرح برت کر ترقی کی جانب گامزن ہو، افراد خاندان کے درمیان باہم مفاہمت کے مضبوط ستون قائم ہوں اور باہمی تعلقات میں گرمجوشی پیدا ہو جائے۔

یکساں پالیسی: ماہ رمضان المبارک کے دوران تمام میڈیا اور سیلولر ڈیوائسز کے سلسلے میں یکساں پالیسی پر اتفاق کیا جائے۔ اتفاق ہونے کی صورت میں بہتر ہے کہ والد اس پر عملدرآمد کرائے، باقی سب اس میں شریک رہیں۔ اس کی حیثیت کسی فرمان یا انفرادی قرارداد کی نہ ہو۔ اس طرح سبھی لوگ اس کا التزام کریں گے۔ باپ پورے مہینے ٹیلی ویژن، کمپیوٹر، الیکٹرانک تفریحی آلات وغیرہ سب کا اتفاق رائے سے ذمہ دار ہوگا اور سبھی کو اس فضیلت والے مہینے کی تعظیم کی اہمیت بتائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ذٰلِکَ وَمَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ (الحج:۳۲) ترجمہ: ''اللہ کی نشانیوں کی جو عزت وحرمت کرے اس کے دل کی پرہیزگاری کی وجہ سے یہ ہے۔''

ماہ رمضان کے شب وروز کا ایک مقام ومرتبہ ہے جس کی رعایت ضروری ہے۔ اور ان تفریحی آلات میں وقت ضائع کرنا اس ماہ کی عزت وحرمت کے قطعاً خلاف ہے۔ میڈیا سے استفادہ کرنے کے لیے ہمیں ایک وقت مقرر کر لینا چاہیے جس کے چھوٹے بڑے سب پابند ہوں۔ والدین اس کا خاص لحاظ رکھیں اور سب کے لیے ایک نمونہ بن کر پیش کریں۔ سیلولر ڈیوائسز میں کسی قسم کی رعایت نہ دی جائے۔

افراد خاندان کی ملاقاتیں: صلہ رحمی، اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ بچوں کی پرورش میں صلہ رحمی اور خویش واقارب کے پاس ولحاظ کی عادت ڈالنا بہت ضروری ہے۔ رمضان چونکہ نیکی اور صلہ رحمی کا مہینہ ہے اس لیے خاندان کے افراد کو چاہیے کہ وہ خویش واقارب کے ساتھ گہرے تعلقات استوار کرنے کے مواقع تلاش کریں۔ بچوں کے حق میں اس طرح کی منصوبہ بندی بہتر ہوگی کہ افطار پارٹی کا اہتمام کیا جائے جس میں خاندان کے تمام افراد جمع ہوں یا رات میں ان کے ساتھ شب بیداری کا پروگرام بنایا جائے۔ ساتھ ہی اس بات کا بھی اہتمام کیا جائے کہ خاندان میں جو لوگ معاشی طور پر کمزور ہیں ان کی امداد میں حسب استطاعت حصہ لیا جائے۔

اصلاح کرنے کا موقع: ماہ رمضان بہترین اوقات میں سے ہے جس میں ایک مسلمان اپنے اخلاق وکردار کو درست اور غلطیوں کی اصلاح کر سکتا ہے کیونکہ روزے کے اندر روحانیت کا جو عنصر ہے وہ ایک مسلمان کو توبہ واستغفار اور اللہ سے لو لگانے میں ممد ومعاون ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا مربی کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو اس ماہ مبارک کی آمد پر اس طرح استقبال کرنے کے لیے تیار کرے کہ اللہ کی جناب میں سچی توبہ اور غلطیوں کی اصلاح کا پختہ ارادہ کرے، چاہے وہ غلطیاں بندے اور اس کے پروردگار کے درمیان ہوں یا لوگوں کے ساتھ اس کے اخلاق وکردار میں جس کے بارے میں باز پرس ہوگی اور محاسبہ کیا جائے گا۔ اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ رمضان سے ایک یا دو دن پہلے ایک میٹنگ ہو جس میں اخلاق وکردار اور دوسروں کے ساتھ معاملات میں خیرخواہانہ جذبہ کی صراحت کی جائے۔ اگر کوئی کوتاہی ہو رہی ہے تو ماہ رمضان میں اس کو بھی بدلنے کا عہد کیا جائے کیونکہ اس ماہ میں شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہوتا ہے اور دن کے اوقات میں اعضاء وجوارح کمزور پڑ جاتے ہیں۔

روزہ اخلاق کا مدرسہ ہے اور مدرسہ میں داخلے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اخلاق میں توانائی کے نکات کون سے ہیں تاکہ انہیں مضبوط کیا جا سکے اور کمزوری وخلل کے نکات کون سے ہیں تاکہ ان کا علاج کیا جا سکے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ماہ رمضان کے اندر روزے دار کی حالت سے بہتر کوئی اور حالت نہیں ہو سکتی۔ اسی لیے حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''روزہ ڈھال ہے چنانچہ جب تم میں سے کسی کا روزے کا دن ہو تو وہ نہ فحش گوئی کرے اور نہ گناہ کا کام کرے، اگر اسے کوئی گالی دے تو کہہ دو کہ میں روزے سے ہوں۔'' (بخاری ومسلم)

ایمان کی بلندی: بہترین مربّی وہ ہے جو بچوں کو اس ماہ مبارک کے بہترین استقبال کے لیے تیار کرے، اس کی برکات وخیرات کے حاصل کرنے کے موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور انہیں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کی یاددہانی کراتا رہے کہ وہ ان سب کو نیک ہونے کی شرط پر نعمت والی جنتوں میں اکٹھا کر دے گا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: جَنّٰتُ عَدۡنٍ یَّدۡخُلُوۡنَهَا وَمَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَاَزۡوَاجِهِمۡ وَذُرِّیّٰتِهِمۡ وَالۡمَلٰٓئِكَةُ یَدۡخُلُوۡنَ عَلَیۡهِمۡ مِّنۡ كُلِّ بَابٍ (الرعد:۲۳) ترجمہ: ''ہمیشہ رہنے کے باغات جہاں یہ خود جائیں گے اور ان کے باپ داداؤں اور بیویوں اور اولادوں میں سے بھی جو نیکوکار ہوں گے، ان کے پاس فرشتے ہر ہر دروازے سے آئیں گے۔'' بیشک دنیا میں ان بابرکت مجلسوں، نماز، روزہ، تلاوت قرآن کریم، سب کی حیثیت ایسی شاہراہوں کی ہے جو ہمیشہ ہمیش کی سعادت ونیک بختی تک پہنچا دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کی توفیق بخشے۔ آمین

(عربی تحریر کا ترجمہ)

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

انبیاء علیہم السلام کی دعوت

مولانا آصف تنویر تیمی

دعوت وتبلیغ نبیوں کی وراثت اوراس امت کا خاصہ ہے۔اللہ تعالی نے پوری انسانیت کی ہدایت ورہنمائی کی خاطر نبیوں کا سلسلہ شروع کیا،ان کو آسمانی کتابیں دیں،ان کو معجزات عطا کئے،تاکہ وہ اللہ کے بندوں کو بہتر انداز میں اللہ کی طرف بلائیں،ان کو جنت اورصراط مستقیم پر گامزن کریں۔چنانچہ نبیوں نے حکم ربانی کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی اپنی قوم کواسلام کی دعوت دی،ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلایا،فواحش ومنکرات سے منع کیا۔نبیوں کی دعوت اوران کی قوموں کے انجام کو اللہ تعالی نے مجمل اورمفصل انداز میں قرآن کریم میں اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی اوردلاسہ کے لئے بیان کیا ہے۔تاکہ امت محمدیہ کی دعوت کا محور ومرکز قرآن کریم اورسنت رسول ہو۔اس لئے کہ وہی دعوت کارگر ہوسکتی ہے جس کی بنیاد قرآن وحدیث پر ہو،بقیہ تمام دعوتیں چاہے ان کا انداز واسلوب جو بھی ہو بے کار اور بے سود ہے۔ہمارے علماء ودعاۃ کے لئے نبیوں کی دعوت کا جاننا نہایت ضروری ہے تاکہ وہ بہتر انداز میں دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دے سکیں،اورمشکل اوقات میں اللہ سے لو لگا سکیں۔دعوت کا صحیح منہج معلوم نہ ہونے کی وجہ سے آج کل جو اختلاف وانتشار رونما ہورہا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ دعوت کا نبوی منہج معلوم کیا جائے تاکہ معاشرے کو ہم فتنہ اورفساد سے بچا سکیں۔

اللہ تعالی نے نوح علیہ السلام کی دعوت اوررسالت کا تذکرہ قرآن کریم میں اس طرح تذکرہ کیا ہے،فرمایا:''ہم نے نوح(علیہ السلام) کوان کی قوم کی طرف بھیجا توانہوں نے فرمایا اے میری قوم!تم اللہ کی عبادت کرواس کے سوا کوئی تمہارا معبود ہونے کے قابل نہیں،مجھ کوتمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ان کی قوم کے بڑے لوگوں نے کہا کہ ہم تم کوصریح غلطی میں دیکھتے ہیں۔انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم!مجھ میں تو ذرا بھی گمراہی نہیں لیکن میں پروردگار کا رسول ہوں تم کواپنے پروردگار کے پیغام کو پہنچاتا ہوں اورتمہاری خیرخواہی کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں جن کی تم کو خبر نہیں۔اور کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت،جوتمہاری ہی جنس کا ہے،کوئی نصیحت کی بات آگئی تاکہ وہ شخص تم کو ڈرائے اورتاکہ تم ڈرجاؤ اورتاکہ تم پر رحم کیا جائے۔سووہ لوگ ان کی تکذیب ہی کرتے رہے تو ہم نے نوح(علیہ السلام) کواوران کو جوان کے ساتھ کشتی میں تھے،بچالیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کو ہم نے غرق کردیا۔بے شک وہ لوگ اندھے ہورہے تھے''۔(الأعراف:۵۹-۶۴)

مذکورہ آیات کے علاوہ قرآن کریم میں مکمل ایک سورت نوح(علیہ السلام) کے نام سے موسوم ہے،جس میں نوح علیہ السلام کی دعوت کے اسلوب،اسرار،عمر،اعلان،صبراورحکمت وتدرج کو بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالی نے فرمایا:''اورہم نے نوح(علیہ السلام)کوان کی قوم کی طرف بھیجا وہ ان میں ساڑھے نوسو سال تک رہے،پھر توانہیں طوفان نے دھر پکڑا اور وہ تھے بھی ظالم''۔(العنکبوت:۱۴)نوح علیہ السلام جب اپنی قوم سے ناامید ہوگئے تواپنے رب سے دعا کی:''آپ نے کہا اے میرے پروردگار!میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا۔پس تو مجھ میں اوران میں کوئی قطعی فیصلہ کردے اورمجھے اورمیرے باایمان ساتھیوں کونجات دے''۔(الشعراء:۱۱۷-۱۱۸)اس کے بعد اللہ تعالی نے نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم دیا،اوراس کے ذریعہ ان کو اوران کی پوری قوم کونجات دی،اوران کی ساری قوم غرق آب ہوگئی۔اللہ تعالی نے فرمایا:''نوح کی طرف وحی بھیجی گئی کہ تیری قوم میں سے جو ایمان لاچکے ان کے سوا اورکوئی اب ایمان لائے گا ہی نہیں،پس تو ان کے کاموں پر غمگین نہ ہو۔اورایک کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے اورہماری وحی سے تیار کر اورظالموں کے بارے میں ہم سے کوئی بات چیت نہ کر وہ پانی میں ڈبو دیے جانے والے ہیں۔وہ(نوح) کشتی بنانے لگے ان کی قوم کے جو سرداران کے پاس سے گزرتے وہ ان کا مذاق اڑاتے،وہ کہتے اگر تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو تو ہم بھی تم پر ایک دن ہنسیں گے جیسے تم ہم پر ہنستے ہو۔تمہیں بہت جلد معلوم ہوجائے گا کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے اوراس پر ہمیشگی کی سزا اترآئے۔یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آپہنچا اورتنورابلنے لگا ہم نے کہا کہ اس کشتی میں ہرقسم کے(جانداروں میں سے) جوڑے(یعنی) دو(جانور،ایک نر اورایک مادہ)سوار کرالے اوراپنے گھر کے لوگوں کو بھی،سوائے ان کے جن پر پہلے سے بات پڑ چکی ہے اورسب ایمان والوں کو بھی،اس کے ساتھ ایمان لانے والے بہت ہی کم تھے۔نوح(علیہ السلام) نے کہا،اس کشتی میں بیٹھ جاؤ اللہ ہی کے نام سے اس کا چلنا اورٹھہرنا ہے،یقیناً میرا رب بڑی بخشش اور بڑے رحم والا ہے۔وہ کشتی انہیں لے کر موجوں میں پہاڑ کی طرح جارہی تھی اورنوح(علیہ السلام) نے اپنے لڑکے کو جو ایک کنارے پر تھا،پکار کر کہا کہ اے میرے پیارے بچے ہمارے ساتھ سوار ہوجا اورکافروں میں شامل نہ رہ۔اس نے جواب دیا کہ میں تو کسی بڑے پہاڑ کی طرف پناہ میں آجاؤں گا جو مجھے پانی سے بچالے گا،نوح(علیہ السلام) نے کہا آج اللہ کے امر سے بچانے والا کوئی نہیں۔صرف وہی بچیں گے جن پر اللہ کا رحم ہوا۔اسی وقت ان دونوں کے درمیان موج حائل ہوگئی اور وہ ڈوبنے

والوں میں سے ہو گیا۔فرمایا گیا کہ اے زمین اپنے پانی کو نگل جا اور اے آسمان بس کر تھم جا، اسی وقت پانی سکھا دیا گیا اور کام پورا کر دیا گیا اور کشتی ''جودی'' نامی پہاڑ پر جا لگی اور فرمادیا گیا کہ ظالم لوگوں پر لعنت نازل ہو۔ نوح (علیہ السلام) نے اپنے پروردگار کو پکارا اور کہا کہ میرے رب میرا بیٹا تو میرے گھر والوں میں سے ہے، یقیناً تیرا وعدہ بالکل سچا ہے اور تو تمام حاکموں سے بہتر حاکم ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا اے نوح یقیناً وہ تیرے گھرانے سے نہیں ہے، اس کے کام بالکل ہی ناشائستہ ہیں تجھے ہرگز وہ چیز نہ مانگنی چاہئے جس کا تجھے مطلقاً علم نہ ہو۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے اپنا شمار کرانے سے باز رہے۔ نوح نے کہا میرے پالنہار میں تیری ہی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تجھ سے وہ مانگوں جس کا مجھے علم ہی نہ ہو اگر تو مجھے نہ بخشے گا اور تو مجھ پر رحم نہ فرمائے گا، تو میں خسارہ پانے والوں میں ہو جاؤں گا۔ فرمادیا گیا کہ اے نوح! ہماری جانب سے سلامتی اور ان برکتوں کے ساتھ اتر، جو تجھ پر ہیں اور تیرے ساتھ کی بہت سی جماعتوں پر اور بہت سی وہ امتیں ہوں گی جنہیں ہم فائدہ تو ضرور پہنچائیں گے لیکن پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔(ہود:۳٦-۴۸)

نوح علیہ السلام کے بعد ہود علیہ السلام آئے، انہوں نے نوح علیہ السلام کے طرز پر اپنی قوم کو دعوت دینی شروع کی۔ اللہ تعالی نے فرمایا:''اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود(علیہ السلام) کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں، سو کیا تم نہیں ڈرتے''۔(الأعراف:٦۵)

قرآن کریم کی آیتوں میں ہود علیہ السلام کے اسلوب دعوت اور ان کی باتوں کو بیان کیا گیا ہے جو انہوں نے اپنی قوم سے کہا۔ اللہ تعالی نے فرمایا:''ان کی قوم میں بڑے لوگ کافر تھے انہوں نے کہا ہم تم کو کم عقلی میں دیکھتے ہیں۔ اور ہم بے شک تم کو جھوٹے لوگوں میں سمجھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم! مجھ میں ذرا بھی کم عقلی نہیں لیکن میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔ تم کو اپنے پروردگار کے پیغام کو پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا امانت دار خیر خواہ ہوں۔ اور کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایسے شخص کی معرفت، جو تمہاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت کی بات آگئی تاکہ وہ شخص تم کو ڈرائے اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ نے تم کو قوم نوح کے بعد جانشیں بنایا اور ڈیل ڈول میں تم کو پھیلاؤ زیادہ دیا، سو اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم کو فلاح ہو۔ انہوں نے کہا کہ کیا آپ ہمارے پاس اس واسطے آئے ہیں کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کریں اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے ان کو چھوڑ دیں، پس ہم کو جس عذاب کی دھمکی دیتے ہو اس کو ہمارے پاس منگوادو اگر تم سچے ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ بس اب تم پر اللہ کی طرف سے عذاب اور غضب آیا ہی چاہتا ہے کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے باب میں جھگڑتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھہرا لیا ہے؟ ان کے معبود ہونے کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں بھیجی۔ سو تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔ غرض ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی، جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے''۔(الأعراف:٦٦-۷۲)

جب ہود علیہ السلام کی قوم نے اس دعوت سے اعراض کیا اور ان کو جھٹلایا تو اللہ تعالی نے فرمایا:''انہوں نے کہا اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی دلیل تو لایا نہیں اور ہم صرف تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہم تجھ پر ایمان لانے والے ہیں۔ بلکہ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تو ہمارے کسی معبود کے برے جھپٹے میں آ گیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں تو اللہ کے سوا ان سب سے بیزار ہوں، جنہیں تم شریک بنا رہے ہو۔ اچھا تم سب مل کر میرے حق میں بدی کر لو اور مجھے بالکل مہلت بھی نہ دو۔ میرا بھروسہ صرف اللہ تعالی پر ہی ہے، جو میرا اور تم سب کا پروردگار ہے جتنے بھی پاؤں دھرنے والے ہیں سب کی پیشانی وہی تھامے ہوئے ہے۔ یقیناً میرا رب بالکل صحیح راہ پر ہے۔ پس اگر تم روگردانی کرو تو کرو میں تو تمہیں وہ پیغام پہنچا چکا جو دے کر مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا تھا۔ میرا رب تمہارے قائم مقام اور لوگوں کو کر دے گا اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے، یقیناً میرا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے''۔(ہود:۵۳-۵۸)

جب ہود علیہ السلام کی قوم نے ان پر زیادتی کی تو انہوں نے اپنے رب کو ان الفاظ میں پکارا:''نبی نے دعا کی کہ پروردگار! ان کے جھٹلانے پر تو میری مدد کر''۔ (المؤمنون:۳۹) تو اللہ نے ان کی دعا قبول کی، فرمایا:''جواب ملا کہ یہ تو بہت ہی جلد اپنے کئے پر پچھتانے لگیں گے''(المؤمنون:۴٠)۔ اس کے بعد بہت جلد قوم عاد اللہ کی پکڑ اور وعید کی شکار ہوگئی، جس کا ذکر اللہ تعالی نے سورہ الحاقہ میں کیا ہے۔ فرمایا: ''اور عاد بے حد تیز و تند ہوا سے غارت کر دیئے گئے۔ جسے ان پر لگاتار سات رات اور آٹھ دن تک (اللہ نے) مسلط رکھا پس تم دیکھتے کہ یہ لوگ زمین پر اس طرح گر گئے جیسے کہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں۔ کیا ان میں سے کوئی بھی تجھے باقی نظر آ رہا ہے۔(الحاقہ:٦-۸)

ہود علیہ السلام کے بعد صالح علیہ السلام اپنی قوم کے پاس اسلام کی دعوت لے کر آئے، اللہ تعالی نے ان کی دعوت کو بھی قرآن کریم میں ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:''اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا، اس نے کہا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا ہے اور اسی نے اس زمین میں تمہیں بسایا ہے، پس تم اس سے معافی طلب کرو اور اس کی طرف رجوع کرو۔ بے شک میرا رب قریب اور دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے''۔(ہود:٦١)

قوم صالح نے دعوت سے روگردانی کی، صالح علیہ السلام سے باطل طریقے

سے جھگڑے پر آمادہ ہوگئے، اللہ تعالی نے فرمایا: ''انہوں نے کہا اے صالح! اس سے پہلے تو ہم تجھ سے بہت کچھ امیدیں لگائے ہوئے تھے، کیا تو ہمیں ان کی عبادتوں سے روک رہا ہے جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے، ہمیں تو اس دین میں حیران کن شک ہے جس کی طرف تو ہمیں بلا رہا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اے میری قوم کے لوگو! ذرا بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے کسی مضبوط دلیل پر ہوا اور اس نے مجھے اپنے پاس کی رحمت عطا کی ہو، پھر اگر میں نے اس کی نافرمانی کر لی تو کون ہے جو اس کے مقابلے میں میری مدد کرے؟ تم تو میرا نقصان ہی بڑھا رہے ہو۔ (ہود: ۶۲-۶۳)

صالح علیہ السلام کی قوم کے لوگوں کی سرکشی اس حد تک بڑھی کہ انہوں نے صالح علیہ السلام کی نبوت کی سچائی پر چٹان سے اونٹنی نکالنے کا مطالبہ کیا۔ اللہ تعالی نے اپنے نبی کی تائید میں اونٹنی بھی نکالی۔ لیکن اس کے بعد صالح علیہ السلام کی قوم کی تکذیب اور اعراض میں مزید اضافہ ہوگیا۔ انہوں نے اللہ کی بھیجی ہوئی اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے، اور اللہ تعالی کے احکامات کی نافرمانی کی۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ''اور اے میری قوم والو! یہ اللہ کی بھیجی ہوئی اونٹنی ہے جو تمہارے لئے ایک معجزہ ہے اب تم اسے اللہ کی زمین میں کھاتی ہوئی چھوڑ دو اور اسے کسی طرح کی ایذا نہ پہنچاؤ ورنہ فوری عذاب تمہیں پکڑ لے گا۔ پھر بھی ان لوگوں نے اس اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے، اس پر صالح نے کہا کہ اچھا تم اپنے گھروں میں تین تین دن تک تو رہ سہ لو، یہ وعدہ جھوٹا نہیں ہے''۔ (ہود: ۶۴-۶۵)

ان لوگوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ صالح علیہ السلام سے عذاب الہی کی بھی فرمائش کی، اللہ تعالی نے فرمایا: ''اور کہنے لگے کہ اے صالح! جس کی آپ ہم کو دھمکی دیتے تھے اس کو منگوایئے اگر آپ پیغمبر ہیں''۔ (الأعراف: ۷۷) اس عناد کے بعد اللہ تعالی نے قوم صالح کو عذاب میں مبتلا کیا، اور ان کو اوندھے منہ زمین پر دے مارا، اللہ تعالی نے فرمایا: ''پھر جب ہمارا فرمان آ پہنچا، ہم نے صالح کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے اس سے بھی بچا لیا اور اس دن کی رسوائی سے بھی۔ یقیناً تیرا رب نہایت توانا اور غالب ہے۔ اور ظالموں کو بڑے زور کی چنگھاڑ نے آ دبوچا، پھر تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے رہ گئے۔ ایسے کہ گویا وہ وہاں کبھی آباد ہی نہ تھے، آگاہ رہو کہ قوم ثمود نے اپنے رب سے کفر کیا۔ سن لو! ان ثمودیوں پر پھٹکار ہے''۔ (ہود: ۶۶-۶۸)

اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام سابقہ نبیوں کی طرح اسلام کی دعوت لے کر اپنی قوم کے پاس بھیجے گئے، اللہ تعالی نے ان کی دعوت اور رسالت سے متعلق فرمایا: ''انہیں ابراہیم (علیہ السلام) کا واقعہ بھی سنا دو۔ جب کہ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ عبادت کرتے ہیں بتوں کی، ہم تو برابر ان کے مجاور بنے بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم انہیں پکارتے ہو تو کیا وہ سنتے بھی ہیں؟ یا تمہیں نفع نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا یہ (ہم کچھ نہیں جانتے) ہم نے تو اپنے باپ دادوں کو اسی طرح کرتے پایا ہے۔ آپ نے فرمایا کچھ خبر بھی ہے جنہیں تم پوج رہے ہو؟ تم اور تمہارے اگلے باپ دادا، وہ سب میرے دشمن ہیں۔ بجز سچے اللہ تعالی کے جو تمام جہان کا پالنہار ہے۔ جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی میری رہبری فرماتا ہے۔ وہی ہے جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار پڑ جاؤں تو مجھے شفا عطا فرماتا ہے۔ اور وہی مجھے مار ڈالے گا پھر زندہ کر دے گا۔ اور جس سے امید بندھی ہوئی ہے کہ وہ روز جزا میں میرے گناہوں کو بخش دے گا۔ اے میرے رب! مجھے قوت فیصلہ عطا فرما اور مجھے نیک لوگوں میں ملا دے۔ اور میرا ذکر خیر پچھلے لوگوں میں بھی باقی رکھ۔ مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثوں میں سے بنا دے۔ اور میرے باپ کو بخش دے یقیناً وہ گمراہوں میں سے تھا۔ اور جس دن کہ لوگ دوبارہ جلائے جائیں گے مجھے رسوا نہ کر۔ جس دن کہ مال اور اولاد کچھ کام نہ آئے گی۔ لیکن فائدہ والا وہی ہوگا جو اللہ تعالی کے سامنے بے عیب دل لے کر جائے'' (الشعراء: ۶۹-۸۹)۔ اس کے علاوہ بھی اللہ عز وجل نے مختلف سورتوں کی مختلف آیتوں میں ابراہیم علیہ السلام کی دعوت وعزیمت اور اس راہ میں آنے والی مشکلات کو ذکر کیا ہے۔ اس تعلق سے سورۃ الأنعام کی آیت (۷۴-۸۳) اور سورۃ البقرہ آیت (۲۸۵) کو دیکھا جا سکتا ہے۔

دین اور عقیدہ کے بارے میں ابراہیم علیہ السلام نے جو شاندار گفتگو اپنے والد آزر اور اپنی قوم کے لوگوں سے کی، اور آپ نے دعوت کا جو خوبصورت اسلوب اختیار کیا، ساتھ ہی دعوت کی راہ میں آنے والی اذیتوں یہاں تک کہ آگ میں کودنا بھی گوارا کر لیا ان تمام چیزوں کو اللہ تعالی نے قرآن کریم میں بیان کیا ہے۔

اللہ تعالی نے فرمایا: ''یقیناً ہم نے اس سے پہلے ابراہیم کو اس کی سمجھ بوجھ بخشی تھی اور ہم اس کے احوال سے بخوبی واقف تھے۔ جب کہ اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ مورتیاں جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو کیا ہیں؟ سب نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو انہیں کی عبادت کرتے ہوئے پایا۔ آپ نے فرمایا! پھر تو تم اور تمہارے باپ دادا سبھی یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا رہے۔ کہنے لگے کیا آپ ہمارے پاس سچ مچ حق لائے ہیں یا یوں ہی مذاق کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں درحقیقت تم سب کا پروردگار تو وہ ہے جو آسمان اور زمین کا مالک ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے، میں تو اسی بات کا گواہ اور قائل ہوں اور اللہ کی قسم میں تمہارے ان معبودوں کے ساتھ جب تم علیحدہ پیٹھ پھیر کر چل دو گے ایک چال چلوں گا۔ پس اس نے اس سب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہاں صرف بڑے بت کو چھوڑ دیا یہ بھی اس لئے کہ وہ سب اس کی طرف ہی لوٹیں۔ کہنے لگے کہ ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کس نے کیا؟ ایسا شخص تو یقیناً ظالموں میں سے ہے۔ بولے ہم نے ایک نوجوان کو ان کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا تھا جسے ابراہیم (علیہ السلام) کہا جاتا ہے۔ سب نے کہا اچھا

اسے مجمع میں لوگوں کی نگاہوں کے سامنے لاؤ تا کہ سب دیکھیں۔ کہنے لگے! اے ابراہیم (علیہ السلام) کیا تو نے ہی ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے۔ آپ نے جواب دیا بلکہ اس کام کو ان کے بڑے نے کیا ہے تم اپنے خداؤں سے ہی پوچھ لو اگر یہ بولتے چالتے ہوں۔ پس یہ لوگ اپنے دلوں میں قائل ہوگئے اور کہنے لگے واقعی ظالم تو تم ہی ہو۔ پھر اپنے سروں کے بل اوندھے ہوگئے (اور کہنے لگے کہ) یہ تو تجھے بھی معلوم ہے کہ یہ بولنے چالنے والے نہیں۔ اللہ کے خلیل نے اسی وقت فرمایا افسوس! کیا تم اللہ کے علاوہ ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں کچھ بھی نفع پہنچا سکیں نہ نقصان۔ تف ہے تم پر اور ان پر جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ کیا تمہیں اتنی سی عقل بھی نہیں؟ کہنے لگے کہ اسے جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے۔ ہم نے فرما دیا اے آگ! تو ٹھنڈی پڑ جا اور ابراہیم (علیہ السلام) کے لئے سلامتی (اور آرام کی چیز بن جا!) گو انہوں نے ابراہیم (علیہ السلام) کا برا چاہا، لیکن ہم نے انہیں ناکام بنا دیا''۔(سورۃ الانبیاء: ۵۱۔۶۹)

ابراہیم علیہ السلام نے عراق سے فلسطین تک کا جو سفر اپنی بیوی سارہ اور چچازاد لوط علیہ السلام کے ساتھ طے کیا اس کو اللہ تعالیٰ نے سورہ العنکبوت آیت (۲۶) میں بیان کیا ہے۔ اس دوران انہیں زندگی کے مختلف اتار چڑھاؤ سے گزرنا پڑا، لیکن تمام مرحلوں میں صدق وثبات کے پہاڑ بنے رہے۔ آیات پر غور کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی وفات، ان کی قوم کے انجام کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ بلکہ آیتوں میں ابراہیم علیہ السلام کی سیرت کو اختیار کرنے اور مشکلات پر صبر کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ اور اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے، ایسے شخص کی تکریم اور اس کی پکار کو اللہ سبحانہ تعالیٰ ہمہ وقت سنتا ہے۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔

ابراہیم علیہ السلام کے بعد لوط علیہ السلام اللہ کا پیغام لے کر اپنی قوم کے بھیجے گئے، انہوں نے اپنی قوم کو ایک اللہ کی عبادت اور فواحش ومنکرات سے بچنے کی سخت تاکید کی۔ لیکن ان کی قوم کے لوگوں نے بھی ان کو جھٹلایا، انہیں گاؤں سے نکالنے کی کوشش کی، اور چیلنج دیا کہ اگر واقعی اللہ کے نبی اور فرستادہ ہیں تو اللہ کا عذاب لائیں، جس عذاب سے اللہ نے لوط علیہ السلام سے حفاظت کی اور ان کی پوری قوم پتھروں والی بارش سے ہلاک ہوگئی۔ لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کی تباہی وبربادی کی پوری داستان قرآن کریم کی مختلف سورتوں میں موجود ہے۔ مثلاً سورہ الأعراف کی آیت (۸۰-۸۴)، سورہ ہود کی آیت (۷۸-۸۲) اور سورہ الحجر کی آیت (۵۱-۷۶) کے ترجمے دیکھے جاسکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو بھیجا جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں سے نہیں کیا۔ تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر، بلکہ تم تو حد ہی سے گزر گئے ہو۔ اور ان کی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا، بجز اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔ سو ہم نے لوط (علیہ السلام) کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا بجز ان کی بیوی کے کہ وہ ان ہی لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ گئے تھے''۔(الأعراف: ۸۰-۸۳)

لوط علیہ السلام کے بعد یوسف علیہ السلام اسلام کی دعوت لے کر اپنی قوم کے پاس بھیجے گئے۔ یوسف علیہ السلام کی دعوت سے متعلق بہت زیادہ تفصیل قرآن کریم میں موجود نہیں ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے سورہ مومن میں فرمایا: ''اور اس سے پہلے تمہارے پاس (حضرت) یوسف دلیلیں لے کر آئے، پھر بھی تم ان کی لائی ہوئی (دلیل) میں شک وشبہ ہی کرتے رہے یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہوگئی تو کہنے لگے ان کے بعد تو اللہ کسی رسول کو بھیجے گا ہی نہیں، اسی طرح اللہ گمراہ کرتا ہے ہر اس شخص کو جو حد سے بڑھ جانے والا شک شبہ کرنے والا ہو'' (المؤمن: ۳۴)

قرآن کریم میں یوسف علیہ السلام کی سیرت وکردار، آپ کے تعلق سے آپ کے بھائیوں کے حسد، مکر وفریب، جوانی میں ابتلاء وآزمائش، اور آپ کی خشیت وصبر کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ تاکہ آپ کی پوری زندگی دیگر لوگوں کے لئے سبق بن سکے۔ سورہ یوسف میں آپ کا پورا کردار بتفصیل موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا: ''ان کے بیان میں عقل والوں کے لئے یقیناً نصیحت اور عبرت ہے، یہ قرآن جھوٹ بنائی ہوئی بات نہیں بلکہ یہ تصدیق ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے کی ہیں، کھول کھول کر بیان کرنے والا ہے ہر چیز کو اور ہدایت اور رحمت ہے ایمان دار لوگوں کے لئے''۔(یوسف: ۱۱۱)

یوسف علیہ السلام کے بعد شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو ایک اللہ کی دعوت پیش کی، ان کو منکرات اور فساد سے منع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں، تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے۔ پس تم ناپ اور تول پورا پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے مت دو اور روئے زمین میں، اس کے بعد کہ اس کی درستی کر دی گئی، فساد مت پھیلاؤ، یہ تمہارے لئے نافع ہے اگر تم تصدیق کرو۔ اور تم سڑکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو کہ اللہ پر ایمان لانے والے کو دھمکیاں دو اور اللہ کی راہ سے روکو اور اس میں کجی کی تلاش میں لگے رہو۔ اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم کم تھے پھر اللہ نے تم کو زیادہ کر دیا اور دیکھو کہ کیسا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا۔ اور اگر تم میں سے کچھ لوگ اس حکم پر، جس کو دے کر مجھ کو بھیجا گیا، ایمان لے آئے ہیں اور کچھ ایمان نہیں لائے ہیں تو ذرا ٹھہر جاؤ! یہاں تک کہ ہمارے درمیان اللہ فیصلہ کئے دیتا ہے اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے''۔(الأعراف: ۸۵-۸۷)

جب شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو اسلام کا پیغام سنایا تو ان کی قوم نے ان کا

مذاق اڑانا شروع کر دیا، اس کے باوجود شعیب علیہ السلام نے ان کا بڑی نرمی اور بردباری سے جواب دیا۔ اور انہیں ان لوگوں کے انجام سے باخبر کیا، جنہیں اللہ تعالی نے عذاب سے دوچار کیا تھا۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ''انہوں نے جواب دیا کہ اے شعیب! کیا تیری صلاۃ تجھے یہی حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادوں کے معبودوں کو چھوڑ دیں اور ہم اپنے مالوں میں جو کچھ چاہیں اس کا ذکر بھی چھوڑ دیں تو تو بڑا ہی باوقار اور نیک چلن آدمی ہے۔ کہا اے میری قوم! دیکھو تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل لیے ہوئے ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے بہترین روزی دے رکھی ہے، میرا یہ ارادہ بالکل نہیں کہ تمہارا خلاف کر کے خود اس چیز کی طرف جھک جاؤں جس سے تمہیں روک رہا ہوں، میرا ارادہ تو اپنی طاقت بھر اصلاح کرنے کا ہی ہے۔ میری توفیق اللہ ہی کی مدد سے ہے، اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔ اور اے میری قوم (کے لوگو!) کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کو میری مخالفت ان عذابوں کا (مستحق) بنا دے جو قوم نوح اور قوم ہود اور قوم صالح کو پہنچے ہیں۔ اور قوم لوط تو تم سے کچھ دور نہیں۔ تم اپنے رب سے استغفار کرو اور اس کی طرف توجہ کرو، یقین مانو کہ میرا رب بڑی مہربانی والا اور بہت محبت کرنے والا ہے''۔ (ہود: ۸۷-۹۰)

شعیب علیہ السلام کی دعوت وتبلیغ کے باوجود ان کی قوم کی سرکشی اور عداوت بڑھتی گئی، وہ لوگ باطل پر جمے رہے، بلکہ قوم کے لوگوں نے ان کو ڈرایا دھمکایا اور بستی سے نکال باہر کرنے کا عزم کر لیا۔ اس کے بعد شعیب علیہ السلام نے بددعا کی۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ''ان کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا کہ اے شعیب! ہم آپ کو اور جو آپ کے ہمراہ ایمان والے ہیں ان کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا یہ کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آ جاؤ۔ شعیب (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ کیا ہم تمہارے مذہب میں آ جائیں گو ہم اس کو مکروہ ہی سمجھتے ہوں''۔ (الأعراف: ۸۸)

شعیب علیہ السلام کی قوم کا ظلم حد کو پار کر گیا تو اسے آسمانی عذاب نے اپنی گرفت میں لے لیا۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ''ایکہ والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔ جب کہ ان سے شعیب (علیہ السلام) نے کہا کہ کیا تمہیں ڈر خوف نہیں؟ میں تمہاری طرف امانت دار رسول ہوں۔ اللہ کا خوف کھاؤ اور میری فرمانبرداری کرو۔ میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں چاہتا، میرا اجر تمام جہانوں کے پالنے والے کے پاس ہے۔ ناپ پورا کرو کم دینے والوں میں شمولیت نہ کرو۔ اور سیدھی صحیح ترازو سے تولا کرو۔ لوگوں کو ان کی چیزیں کمی سے نہ دو۔ بے باکی کے ساتھ زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔ اس اللہ کا خوف رکھو جس نے خود تمہیں اور اگلی مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ انہوں نے کہا تو تو ان میں سے ہے جن پر جادو کر دیا جاتا ہے۔ اور تو تو ہم ہی جیسا ایک انسان ہے اور ہم تو تجھے جھوٹ بولنے والوں میں سے ہی سمجھتے ہیں۔ اگر تو سچے لوگوں میں سے ہے تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے۔ کہا کہ میرا رب خوب جاننے والا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔ چونکہ انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا۔ وہ بڑے بھاری دن کا عذاب تھا۔ یقیناً اس میں بڑی نشانی ہے اور ان میں سے اکثر مسلمان نہ تھے''۔ (سورہ الشعراء: ۱۷۶-۱۹۰)

شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کے اہل ایمان کو اللہ تعالی نے عذاب سے بچا لیا۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ''جب ہمارا حکم (عذاب) آ پہنچا ہم نے شعیب کو اور ان کے ساتھ (تمام) مومنوں کو اپنی خاص رحمت سے نجات بخشی اور ظالموں کو سخت چنگھاڑ کے عذاب نے دھر دبوچا جس سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے ہو گئے۔ گویا کہ وہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے، آگاہ رہو مدین کے لئے بھی ویسی ہی دوری ہو جیسی دوری ثمود کو ہوئی''۔ (ہود: ۹۴-۹۵)

پھر اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمایا۔ ان کے اوپر تورات نازل کی۔ حالانکہ بچپن میں ان کی پرورش کا انتظام فرعون کے گھر کیا۔ دعوت کی راہ میں موسی علیہ السلام کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر ان کے شفیق ہارون علیہ السلام برابر کھڑے رہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ''جب حضرت موسی علیہ السلام نے مدت پوری کر لی اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلے تو کوہ طور کی طرف آگ دیکھی۔ اپنی بیوی سے کہنے لگے ٹھہرو! میں نے آگ دیکھی ہے، بہت ممکن ہے کہ میں وہاں سے کوئی خبر لاؤں یا آگ کا کوئی انگارہ لاؤں تاکہ تم سینک لو۔ پس جب وہاں پہنچے تو اس بابرکت زمین کے میدان کے دائیں کنارے کے درخت میں سے آواز دیئے گئے کہ اے موسی! یقیناً میں ہی اللہ ہوں سارے جہانوں کا پروردگار۔ اور یہ (بھی آواز آئی) کہ اپنی لکڑی ڈال دے۔ پھر جب اسے دیکھا کہ وہ سانپ کی طرح پھن پھنا رہی ہے تو پیٹھ پھیر کر واپس ہو گئے اور مڑ کر رخ بھی نہ کیا، ہم نے کہا اے موسی! آگے ڈر مت، یقیناً تو ہر طرح امن والا ہے۔ اپنے ہاتھ کو اپنے گریبان میں ڈال وہ بغیر کسی قسم کے روگ کے چمکتا ہوا نکلے گا بالکل سفید اور خوف سے (بچنے کے لئے) اپنے بازو اپنی طرف ملا لے، پس یہ دونوں معجزے تیرے لئے تیرے رب کی طرف سے ہیں۔ فرعون اور اس کی جماعت کی طرف، یقیناً وہ سب کے سب بے حکم اور نافرمان لوگ ہیں۔ موسی (علیہ السلام) نے کہا پروردگار! میں نے ان کا ایک آدمی قتل کر دیا تھا۔ اب مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے بھی قتل کر ڈالیں۔ اور میرا بھائی ہارون (علیہ السلام) مجھ سے بہت زیادہ فصیح زبان والا ہے تو اسے بھی میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ بھیج کہ وہ مجھے سچا مانے، مجھے تو خوف ہے کہ وہ سب مجھے جھٹلا دیں گے۔ اللہ تعالی نے فرمایا کہ ہم تیرے بھائی کے ساتھ تیرا بازو مضبوط کر دیں گے اور تم دونوں کو غلبہ دیں گے (فرعونی) تم تک پہنچ نہ سکیں گے، بسبب ہماری نشانیوں کے، تم دونوں اور تمہاری تابعداری کرنے والے ہی غالب رہیں گے''۔ (القصص: ۲۹-۳۵)

اللہ تعالی نے قرآن کریم میں موسی علیہ السلام کی فرعون کے پاس اسلام کی دعوت لے جانے، موسی اور ہارون علیہما السلام کی فرعون سے گفتگو، اور موسی علیہ السلام کا

جادوگروں سے مقابلہ، اللہ تعالی کی مدد، جادوگروں کا اللہ پر ایمان لانا، اور موسی وہارون علیہما السلام اور جادوگروں پر فرعون کے جور وظلم کو مختلف سورتوں میں بیان کیا ہے۔ ان موضوعات کے لئے سورہ طہ آیت (۴۳-۶۴)، سورہ القصص آیت (۳۶-۴۰)، سورہ الشعراء آیت (۱۸-۲۱)، سورہ طہ آیت (۷۰-۷۶)، سورہ الأعراف آیت (۱۳۰-۱۳۵)، سورہ طہ آیت (۷۷-۷۹) دیکھی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالی نے موسی اور ہارون علیہما السلام کی دعوت اور اس میں دونوں کی امانت داری کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے، فرمایا: ''یقیناً ہم نے موسی اور ہارون (علیہما السلام) پر بڑا احسان کیا۔ اور انہیں اور ان کی قوم کو بہت بڑے دکھ درد سے نجات دے دی۔ اور ان کی مدد کی تو وہی غالب رہے۔ اور ہم نے انہیں (واضح اور) روشن کتاب دی۔ اور انہیں سیدھے راستہ پر قائم رکھا۔ اور ہم نے ان دونوں کے لئے پیچھے آنے والوں میں یہ بات باقی رکھی۔ کہ موسی اور ہارون (علیہما السلام) پر سلام ہو۔ بے شک ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلے دیا کرتے ہیں۔ یقیناً یہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے''۔ (الصافات: ۱۱۴-۱۲۲) اور اس طرح بنی اسرائیل میں نبیوں کا سلسلہ جاری وساری رہا۔

داود علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی۔ اللہ نے ان کے اوپر ''زبور'' اتاری۔ انہیں خوبصورت آواز عطا کی۔ لوہے کو ان کے لئے نرم کردیا۔ پہاڑ اور پرندے ان کے ساتھ اللہ کی تسبیح بیان کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ''آپ ان کی باتوں پر صبر کریں اور ہمارے بندے داود (علیہ السلام) کو یاد کریں جو بڑی قوت والا تھا، یقیناً وہ بہت رجوع کرنے والا تھا۔ ہم نے پہاڑوں کو اس کے تابع کر رکھا تھا کہ اس کے ساتھ شام کو اور صبح کو تسبیح خوانی کریں۔ اور پرندوں بھی جمع ہوکر سب کے سب اس کے زیر فرمان رہتے۔ اور ہم نے ان کی سلطنت کو مضبوط کردیا تھا اور اسے حکمت دی تھی اور بات کا فیصلہ کرنا''۔ (ص: ۱۷-۲۰)

اللہ تعالی نے داود علیہ السلام کی دعوت کی بہت زیادہ تفصیل قرآن کریم میں بیان نہیں کی ہے اس کے باوجود مذکورہ آیات کے علاوہ سورہ سبأ آیت (۱۰)، سورۃ الأنبیاء آیت (۷۹) میں کچھ چیزیں موجود ہیں جو دعاۃ کو بہت کچھ سکھاتی ہیں۔

اللہ سبحانہ تعالی نے داود علیہ السلام کے بعد ان کے بیٹے سلیمان علیہ السلام کو بھی خلعت نبوت سے نوازا۔ سلیمان علیہ السلام نے بھی سابقہ نبیوں اور رسولوں کی طرح اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی۔ قرآن کریم کی آیتیں سلیمان علیہ السلام کی دعوت کی تفاصیل، اور ان کی قوم کے موقف سے خاموش ہیں۔ لیکن اللہ تعالی نے سلیمان علیہ السلام کی بعض خصوصیتوں اور معجزوں کا تذکرہ کیا ہے جو ان کو ان کی نبوت کی تائید وتوثیق میں دی گئیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ''اور ہم نے سلیمان کے لئے ہوا کو مسخر کردیا کہ صبح کی منزل اس کی مہینہ بھر کی ہوتی تھی اور شام کی منزل بھی اور ہم نے ان کے لئے تانبے کا چشمہ بہادیا۔ اور اس کے رب کے حکم سے بعض جنات اس کی ماتحتی میں اس کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم سے سرتابی کرے ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ جو کچھ سلیمان چاہتے وہ جنات تیار کردیتے مثلا قلعے اور مجسمے اور حوضوں کے برابر لگن اور چولھوں پر جمی ہوئی مضبوط دیگیں، اے آل داود اس کے شکریہ میں نیک عمل کرو، میرے بندوں میں سے شکرگزار بندے کم ہی ہوتے ہیں۔ پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم بھیجا تو ان کی خبر جنات کو کسی نے نہ دی سوائے گھن کے کیڑے کے جو ان کے عصا کو کھا رہا تھا۔ پس جب (سلیمان) گر پڑے اس وقت جنوں نے جان لیا کہ اگر وہ غیب دان ہوتے اس ذلت کے عذاب میں مبتلا نہ رہتے''۔ (سبأ: ۱۲-۱۴) ان آیات کے علاوہ داود علیہ السلام کی دعوت کو جاننے کی خاطر سورہ ص کی آیات (۳۷-۴۲) بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔

داود علیہ السلام کے بعد بھی بیشتر انبیاء اپنی اپنی دعوت لے کر اپنی قوم کے پاس آئے، انہیں میں سے ایوب اور یونس علیہما السلام بھی ہیں، جن کی دعوت سے متعلق قدرے تفصیل قرآن کریم کی آیتوں میں درج ہے۔ جس سے علماء ودعاۃ استفادہ کرسکتے ہیں۔

عیسی علیہ السلام کی دعوت، ان سے قبل نبیوں کی دعوت کی آخری کڑی ہے۔ اور قرآن کریم نے عیسی علیہ السلام کی دعوت کو تفصیل کے ساتھ قرآن کریم میں مختلف مقامات پر ذکر کیا ہے۔ عیسی علیہ السلام کی ولادت خود اپنے آپ میں اللہ رب العزت کی ایک بڑی نشانی تھی۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ''اللہ تعالی کے نزدیک عیسی (علیہ السلام) کی مثال ہو بہو آدم (علیہ السلام) کی مثال ہے جسے مٹی سے پیدا کر کے کہہ دیا کہ ہو جا! پس وہ ہوگیا''۔ (آل عمران: ۵۹) اللہ تعالی نے انہیں لوگوں کی رشد وہدایت کے لئے انجیل عطا فرمائی۔ اور وہ اللہ کے حکم سے بنی اسرائیل کو توحید خالص کی طرف بلاتے رہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ''اور ہم نے ان کے پیچھے عیسی بن مریم کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والے تھے اور ہم نے انہیں انجیل عطا فرمائی جس میں نور اور ہدایت تھی اور وہ اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرتی تھی اور وہ سراسر ہدایت ونصیحت تھی پارسا لوگوں کے لئے''۔ (المائدہ: ۴۶)

عیسی علیہ السلام کی دعوت کے مختلف مراحل کو قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر ذکر کیا گیا ہے، جیسے: سورہ الزخرف آیت (۶۳-۶۵)، سورہ آل عمران آیت (۵۲)، سورہ المائدہ آیت (۱۱۲-۱۱۵)، سورہ الصّف آیت (۶)، سورہ آل عمران آیت (۴۹-۵۵)، اور سورہ النساء آیت (۱۵۷-۱۵۹)۔

اللہ تعالی ہمیں دین کا داعی بنائے اور نبیوں کے منہج پر اسلام کی دعوت عام کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

☆☆☆

تنظیم کی ضرورت واہمیت

مولانا عبدالباسط جامعی ریاضی، ایم۔اے۔عثمانیہ رائیدرگ

تنظیم کی ابتداء: باہمی ربط وضبط اور ہمدردی وخیرخواہی کے ساتھ مل جل کر کام کرنے کا جذبہ انسانی فطرت میں شامل ہے۔اولادِ آدم میں سلسلۂ ازدواج شروع ہوا۔اس سے غرض خانہ داری میں تنظیم اور نسل انسانی کی بڑھوتری ہے۔ابتداء میں انسان حیوانوں کی طرح زندگی گذارتا تھا۔اس نے غذا کے دانے تلاش کئے،ان کو بونے اور کھیتی کرنے کا طریقہ معلوم کیا۔ پھر کنویں کھدوائے، تالاب بنوائے چھوٹے اور بڑے برتن بنوائے اور غذا کے دانوں کو پکا کر کھانے کا طریقہ بتایا۔جب لوگوں نے ان چیزوں کو اپنے مزاج کے مطابق پایا تو سب نے ان کو دل سے اختیار کیا۔پھر خاندان وقبیلے بنے،سردار بنائے گئے اور سردار آپس میں لڑنے لگے تو انہوں نے اپنے اختیار سے ایک بادشاہ بنایا۔سب اس کی اطاعت کرنے لگے۔کیوں کہ اگر ایسا نہ کریں گے تو آپس میں لڑکر برباد ہوجائیں گے۔بادشاہوں کے دربار میں بہت سے حکیم ودانشور جمع ہوگئے۔انہوں نے اچھی اچھی تدبیروں کو اختیار کیا۔سب نے ان کی تدبیروں کا اتباع کیا۔اس طرح باہم مل جل کر کام کرتے رہنے سے یہ دنیا ترقی کرتی رہی۔اسی کو تنظیم کہتے ہیں۔

تنظیم کا مقصد: ہر تنظیم کسی نہ کسی مقصد کے لئے وجود میں آتی ہے۔ تنظیم کے دو کام ہوتے ہیں۔پہلا یہ کہ وہ افراد کو جمع کر کے ایک ایسا مجموعہ بناتی ہے۔ جس کی طاقت وقوت افراد کے عام مجموعہ سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے،دوسرا یہ کہ جو کام افراد اپنی انفرادی حیثیت میں انجام نہیں دے سکتے اسے تنظیم انجام دیتی ہے۔اگرچہ تنظیم مختلف صورتوں میں انسانوں کے ساتھ ہمیشہ رہی ہے۔لیکن پچھلے سو سالوں میں تنظیم نے بحیثیت ادارہ اتنی ترقی کی کہ انسان نے اس تنظیم کے بل بوتے پر بڑے بڑے کام انجام دیئے۔ایک شخص فلکیات کا علم رکھتا ہے مگر اس کے بس میں نہیں کہ انسان کو چاند پر پہنچادے مگر ایک بڑی تنظیم نے اس کام کو انجام دیا۔آج دنیا میں جمہوریت کا بول بالا ہے۔ ہر جگہ جمہوری مملکتیں قائم ہورہی ہیں۔ ساری جمہوریتوں کا ڈھانچہ تنظیم پر مبنی ہے۔ہندوستان میں جو تنظیم منظم ہوتی ہے وہی ملک پر حاکم ہوتی ہے۔

ہماری دعوت قرآن وحدیث پر مشتمل ہے۔اسلام کی ترقی کے لئے مسلمانوں میں اجتماعی زندگی ناگزیر ہے۔انفرادی طور پر خواہ کتنے ہی کام ہوسکیں۔لیکن یہی کام اگر تنظیم کے تحت کیا جائے تو بہت اونچا ہوجائے گا۔لیکن دین کا کام بہتر اور مؤثر طور پر کرنے کے لیے تنظیم کی ضرورت ہے۔جماعتِ اہل حدیث میں انفرادی طور پر دین کی خدمت کرنے والوں کی کمی نہیں ہے۔لیکن تنظیم سے جڑ کر کام کرنے کا مزاج کم ہے،جس پر ہر شخص کو توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

تنظیم کو مضبوط ومستحکم بنانے کے بنیادی امور: کسی بھی تنظیم کو مضبوط ومستحکم اور مثالی بنانے کے لئے درجہ ذیل امور بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

ا۔پہلا امر یہ ہے کہ تنظیم کے لئے اس کا مقصد اس کی روح اور اس کی جان ہوتی ہے۔قرآن وحدیث سے جو چیز تکرار سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ صحیح مقصد اور صحیح منزل کی یاددہانی کرائی جائے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ کام زندگی کے پہلے دن سے لے کر مدینہ کے آخری دن تک انجام دیا ہے۔یہ وہ کام ہے کہ تنظیم اس کے بغیر بے جان جسم کی طرح ہے۔

۲۔دوسرا امر یہ ہے کہ آج وہی کام کریں جس سے آنے والے کل کی تشکیل وتعمیر ہو کیونکہ آنے والا کل وہی کامیاب ہوگا جس کے لئے آج یا چند دن قبل کام کیا جائے۔ ہمارا ہر قانون، ہر فیصلہ، ہر ضابطہ اور ہر مجلس کل کے لئے وقف ہونی چاہیے۔ کیونکہ ترقی یافتہ قومیں گذشتہ کل پر فکر نہیں کرتیں۔ پدرم سلطان بود کا نعرہ صرف مسلمانوں میں ہے۔

۳۔تیسرا امر یہ ہے کہ تنظیم کے کام کے نتائج تنظیم کے اندر نہیں بلکہ تنظیم کے باہر معاشرہ میں دیکھنا چاہیے۔پولیس کے کام کے نتائج اس بات پر نہیں کہ پولیس کی ڈرل کتنی اچھی ہے،ان کی وردیاں کتنی صاف ہیں اور وہ کتنی نظم وضبط کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں بلکہ پولیس کے کاموں کا نتیجہ ان کے جرائم پر قابو پانے سے ہے۔اسی طرح ایک تعلیمی ادارہ کا اندازہ اس کی عالی شان عمارت سے نہیں اور اساتذہ کی تعداد سے نہیں بلکہ وہاں کے سند یافتہ افراد کی قابلیتوں سے ہو اسی طرح ایک متحرک تنظیم وہ ہوگی جس کے نتائج معاشرہ کے اندر نمودار ہوں۔

تنظیم کے مؤثر دس اصول: جس طرح انسان کے جسم کے لئے دو لباس ہوتے ہیں ایک شعار دوسرا دثار۔شعار وہ لباس ہوتا ہے جو انسان کے جسم کی حفاظت کرتا ہے،اور ایسا لباس جو اس کے جسم سے لگا ہوتا ہے،اس کی بڑی اہمیت ہوتی ہے اس کے بغیر جسم بیمار ہوتا ہے۔دوسرا دثار وہ لباس ہوتا ہے جو کہ زیب وزینت ،شان وشوکت اور اس کے وقار اور حوصلے کو ظاہر کرتا ہے۔اسی طرح تنظیم کے بھی دو پہلو ہوتے ہیں: پہلا تنظیم کے تین بنیادی امور ہیں جو بیان ہوچکے۔دوسرا اس کے

ظاہری دس اصول ہیں جو اس کی آن بان کو بڑھاتے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) پہلا اصول تنظیم کو اہم سمجھنا: تنظیم کو اس قابل بنائیں کہ مطلوبہ چیز ہمارے لئے ممکن ہو سکے انسان بہت سارے خواب دیکھتا ہے اور بہت ساری تمنائیں اور آرزوئیں رکھتا ہے لیکن وہ سب ممکن نہیں مگر تنظیم ان سب خوابوں کو حقیقت میں بدل دیتی ہے۔

(۲) دوسرا اصول تنظیم کو بامقصد بنانا: تنظیم کو خود مقصد بننے نہ دیں بلکہ اس کو متحرک بنائیں، جیسے موٹر کا مقصد یہ ہے کہ وہ راستہ پر چل پڑے، موٹر میں سب کچھ موجود ہے، موٹر نئی ہے اور بہت مضبوط اور عمدہ ہے لیکن گاڑی آگے نہیں بڑھ رہی ہے کیونکہ ڈرائیور اور سوار لوگ سیٹوں کے لئے اور عہدوں کے لئے لڑ رہے ہیں۔ ہر کوئی موٹر کی فکر کر رہا ہے اور اس کو چلانے کے قوائد وضوابط بتا رہا ہے۔ بحث وتکرار ہو رہی ہے منزل بھی متعین ہوگئی ہے لیکن موٹر منزل کی طرف نہیں بڑھ رہی ہے اور شاید کسی منزل پر نہیں پہنچے گی۔ آج ہماری تنظیموں کا یہی حال ہے۔

(۳) تیسرا اصول۔تنظیم کو مستحکم کرنا: تنظیم کو مستحکم بنانے کے لئے وسائل تیار کریں۔ وسائل سے مراد انسان اور اس کا وقت اور اس کی صلاحیتیں ہیں۔ جمعیت سے اس کی وابستگی اور لگن ہے اور اس کے اخلاقی اوصاف ہیں۔ ایسے افراد کو تنظیم کے ساتھ جوڑنا بھی وسائل میں شامل ہے۔

(۴) چوتھا اصول: تنظیم کو تیز رفتار کرنا: تنظیم کا ہر کام تیز رفتاری سے ہو کیونکہ تیز رفتاری سے تنظیم لوگوں کے لیے مؤثر اور مفید ہوگی سست رفتاری کسی بھی آدمی کے نزدیک قابل تعریف نہیں آج دنیا تیز رفتار ہے تیز رفتاری میں مسابقہ ہو رہا ہے جو سست رفتار ہے وہ پیچھے رہ جاتا ہے بلکہ گم ہو جاتا ہے۔

(۵) پانچواں اصول۔تنظیم کے لئے منصوبہ بندی کرنا: کوئی کام صحیح طور پر مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ منصوبہ بندی نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ کا کوئی کام منصوبہ بندی کے بغیر نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے بیعت عقبہ ثانیہ کے وقت پہلی اسلامی تنظیم قائم کی۔ یہ واقعہ ہجرت سے ایک سال قبل پیش آیا۔ مکہ مکرمہ میں ایام حج میں نصف شب پہاڑی کے دامن میں جب نبی کریم ﷺ اور انصار مدینہ کے درمیان عہد و پیمان قائم ہوا تو انصاریوں نے اسلام کی مدد کرنے کی بیعت کی تو اس پر اسعد بن زرارہؓ نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا اے انصاریو! سمجھتے بھی ہو کہ کس بات پر بیعت کر رہے ہو؟ یہ تمام دنیا سے لڑائی کا معاہدہ ہے۔ انصار نے کہا کہ بیشک ہم اسی بات پر بیعت کر رہے ہیں۔ اس وقت نبی کریم ﷺ نے بنی اسرائیل کے نقیبوں کی طرح ان میں سے بارہ نقیب منتخب کئے۔ نو قبائل خزرج سے تھے اور تین قبائل اوس سے۔ یہ لوگ اپنے اپنے قبیلے کی طرف ذمہ دار بن کر نکلے۔ انہوں نے اپنے قبیلوں میں دعوت کا کام اس طرح انجام دیا کہ آنحضرت ﷺ کے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لانے سے قبل ہر گھر میں اسلام پہنچ چکا تھا۔ غرض جمعیت کے پاس جو کام اہم ہے اس کی منصوبہ بندی ضروری ہے۔

(۶) چھٹا اصول۔اپنے کاموں کا جائزہ لینا: ہم سوچیں کہ جو کچھ بھی ہم کر رہے ہیں وہ کیوں کر رہے ہیں؟ اگر وہ غیر مؤثر اور نا کام ہے تو اس کو کامیاب بنانے کی سوچیں، مقصد کا جائزہ لیں۔ میٹنگوں میں حاضر ہونا اور رپورٹیں سنانا ہی جائزہ نہیں ہے بلکہ جائزہ یہ ہے کہ ہم دیکھیں جو کچھ ہوا وہ کیوں ہوا؟ اس سے کیا حاصل ہونا چاہیے تھا؟ اور کیا حاصل نہیں ہوا؟ خوبی اور خامی کہاں ہے، ہر رکن کو اس کی فکر ہونی چاہیے۔

(۷) ساتواں اصول۔حکمت اور سلیقہ سے دعوت دینا: تنظیم اپنے مسائل کو حکمت سے سلجھائے، معاشرہ میں اہل علم، عوام اور جھگڑالو قسم کے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ سب کو لیکر چلیں۔ رسول ﷺ کی یہی حکمت عملی تھی۔ آپ کے معاشرہ میں اچھے برے اور مومن منافق سب طرح کے لوگ تھے۔ آپ ﷺ سب کو لے کر چل رہے تھے۔ آپ کی توجہ اس بات پر تھی کہ اصلاح کا کام بھی ہو اور جماعت بھی پھیلتی جائے۔ اگر کسی جگہ کے لوگ غلط اور سست ہوں تو بھی پھیلاؤ کو نہ روکیں۔ اس حکمت عملی کے نتیجے میں مدینہ کی ریاست ایک سو سال کے عرصہ میں چین سے لے کر اسپین تک پھیل گئی۔ ورنہ اسلامی تنظیم صرف عربستان میں ہی محدود ہو کر رہ جاتی۔

(۸) آٹھواں اصول۔ تنظیم کو ہلکی پھلکی کرنا: تنظیم کا کام ہلکا پھلکا ہونا چاہیے۔ ہر ہلکی چیز زیادہ تیز رفتار ہوتی ہے، بھاری بھر کم اور بوجھل چیز کے لئے تیز رفتاری سے آگے بڑھنا ممکن نہیں۔ دنیا کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ وہی فوجیں دنیا میں کامیاب ہوئیں جن کے پاس ہلکے پھلکے تیز رفتار ہتھیار تھے۔ ہاتھی کے مقابلہ میں اونٹ غالب آ گیا، اونٹ کے مقابلے میں گھوڑا غالب آ گیا، گھوڑے کے مقابلہ میں ٹینک غالب آ گیا اور ٹینک کے مقابلے میں ہوائی جہاز غالب آ گیا اور اب ہوائی جہاز کے مقابلے میں میزائل غالب آ رہا ہے۔ جو بات تاریخ کے ہر معاملے میں صادق آتی ہے وہی تنظیموں کے لئے بھی ہے۔

(۹) نواں اصول: وقت کی قدر کرنا: تنظیم کا سب سے قیمتی سرمایہ وقت ہے اور وقت انسان کے لئے بنایا گیا ہے۔ آج وقت کا حساب اور اس کا استعمال بہت ضروری ہے۔ وقت ایک تلوار ہے جو غافلوں کو کاٹ دیتا ہے۔ آدمی بینک میں پیسہ جمع کر سکتا ہے لیکن وقت کو جمع نہیں کر سکتا۔ پیسہ نہیں تو قرض مانگ کر کام چلایا جا سکتا ہے لیکن وقت کو آپ بطور قرض نہیں لے سکتے، نہ اس کا ذخیرہ کر سکتے ہیں نہ ڈپازٹ، بس وہ آتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ اس کے گزرنے سے پہلے جو اس کا استعمال کرتا ہے وہ عقل مند ہے۔ پیسہ ضائع ہو تو دوبارہ آ سکتا ہے لیکن وقت جو اللہ نے دیا ہے وہ اگر گزر گیا تو ہرگز نہیں آ سکتا۔ جو لوگ ملازمت کے لئے انٹرویو

میں وقت پر حاضر نہیں ہوسکتے ان کی پریشانیوں کا حال مت پوچھئے۔

یہ جبر بھی دیکھا ہے تاریخ کی نظروں نے
لمحوں نے خطاء کی تھی صدیوں نے سزا پائی

(۱۰) دسواں اصول۔قوت اجتہاد سے کام لینا: یعنی کسی بھی کام کو انجام دینے کے لئے قوت اجتہاد کی ضرورت ہے۔ دعوت وتبلیغ کے لئے نئے نئے وسائل پر سوچنے اور غور کرنے کی صلاحیت ہونی چاہیے۔اگر صلاحیت بھی ہو تو اس کے لئے سرمایہ چاہیے، مسائل میں الجھنے کے باوجود صحیح اور مناسب راستہ اختیار کرنا بھی ضروری ہے۔اگر نئے وسائل کو اختیار کرنے کی فکر نہ رکھیں تو ٹھٹھر کر رہ جائیں گے اور ماضی کے بوجھ تلے دب جائیں گے۔ ہر چھوٹی بڑی جمعیت مذکورہ اصولوں کو پیش نظر رکھ کر آگے بڑھے تو ان شاء اللہ طریقۂ کامیابی آسان ہوگا۔

تنظیم کو کامیاب بنانے کے اوصاف: کسی بھی تنظیم کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے اس کے کارکنوں میں درج ذیل خوبیاں مطلوب ہوتی ہیں:

(۱) اخلاص ورضا: ہر نیکی اور عبادت کی روح اخلاص اور رضائے الٰہی ہے، اعمال کی قبولیت کا انحصار اخلاص پر ہے۔ اخلاص بڑی قیمتی چیز ہے اور تنظیم کی جان ہے کیونکہ اس میں انسان کے نفس کو کچھ نہیں ملتا۔ جو عمل اخلاص کے ساتھ ہوگا اس سے رضائے الٰہی ضرور حاصل ہوگی۔ اراکین اس طرف خصوصی توجہ دیں تو تنظیم جاندار بن جائے گی۔

(۲) علم وعمل: جمعیت کے ہر رکن کو پہلے علم حاصل کرنا چاہیے پھر عمل۔ اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے۔ ہر رکن کو عقائد کے اہم مسائل، عبادات، حقوق ومعاملات، حلال وحرام اور اسلامی قیادت کا علم حاصل کرنا چاہیے پھر ان پر سختی سے عمل پیرا ہو تو تنظیم مضبوط ہوگی۔

(۳) نیکی اور تقوی: علم کے ساتھ عمل بھی ہو اور اگر عمل کے ساتھ تقوی نہ ہو تو علم وعمل دونوں بیکار ہیں بلکہ تقویٰ انسان کی زندگی کا بریک ہے۔ اراکین میں علم وعمل کے ساتھ تقوی ہو تو تنظیم لاجواب ہوگی۔

(۴) بصیرت وبصارت: اس کا تعلق دینی سوجھ بوجھ، معاملہ فہمی، شعور اور ادراک سے ہے۔ ایک سچا داعی جو صاحب بصیرت ہوتا ہے وہ سمجھ جاتا ہے کہ کام کیسے کرنا چاہیے؟ دینی کاموں کو سلیقہ اور ڈھنگ سے انجام دینا اور مخلصانہ جذبہ کے ساتھ کام کرنا بصیرت ہے۔ ہماری جمعیتوں میں ایسی بصارت وبصیرت والے افراد ہوں تو تنظیم ہمیشہ برقرار رہے گی۔

(۵) صبر واستقامت۔مصائب ومشکلات میں دین پر قائم رہنے کا نام صبر ہے۔صبر سے انسان کے اندر عزیمت پیدا ہوتی ہے، صبر مسلمان کی آئندہ زندگی کے لئے روشنی ہے، دین کی خاطر صبر واستقامت ہو تو بڑی قربانی دی جاسکتی ہے۔ جمعیت کے ہر رکن میں یہ صفت ہو تو تنظیم بے مثال ہوگی۔

(۶) وصیت ونصیحت: مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ ایک دوسرے کو حق اور سچائی کی نصیحت کرتے رہیں۔انسانی زندگی میں دکھ درد، رنج وغم، فقر وفاقہ، مصائب وآلام، آرام وراحت، ضرورتیں اور خواہشات سب آتی ہیں ایسی حالت میں ہر ایک رکن کو وصیت اور نصیحت کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ کرتے رہنے سے تنظیم وفاقی بن جائے گی۔

(۷) باہمی ادب واحترام: اسلام بنی نوع انسان کو ادب واحترام اور انسانیت سکھاتا ہے۔ باہمی ادب واحترام سے دلوں میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔لوگوں کو ان کے درجات ومراتب کے مطابق احترام کرنے سے وہ بخوشی جمعیت کا کام کرتے ہیں لوگوں کو ان کے علم وتقویٰ کے مطابق ذمہ داریاں سونپنی چاہیے مناسب ادب واحترام سے تنظیم کامیاب ہوگی۔

(۸) عزم وارادہ وجذبۂ خدمت: کتاب وسنت کی نشر واشاعت کا عزم بالجزم کرتے ہوئے خدمت خلق کا جذبہ ہر وقت دل میں برقرار رکھے۔ ہمیشہ دین کے ساتھ ملی وانسانی خدمات بھی پیش نظر رکھیں۔افراد جمعیت کو ملی وانسانی خدمات کا موقع ملے تو اس میں بھرپور حصہ لیں، اس سے تنظیم باوقار ہوگی۔

(۹) موقف ومنہج: کسی بھی تنظیم کا ایک متعین موقف ومنہج ہوتا ہے۔ جس کو دستور کہہ سکتے ہیں۔ جماعت اہل حدیث کا موقف کتاب وسنت اور منہج سلف ہے۔ جمعیت کا ہر رکن اس موقف ومنہج پر ڈٹا رہے اور سب کو اسی پر قائم رکھے۔اس کو کمزور کرنے والے امور کو ہرگز برداشت نہ کرے۔ جہاں سلفی موقف کمزور پڑا یا ڈھیلا ہوا تو کمزوری آجائے گی۔ دین اسلام کو مکمل اور فطری انداز میں پیش کرنا یہی صحیح موقف ومنہج ہے۔لوگوں کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے موقف ومنہج سے نہ ہٹے۔ یہ ایک سچے اور پکے اہل حدیث کی علامت ہے ورنہ تنظیم لاغر ہوجائے گی۔

(۱۰) احساس ذمہ داری وجواب دھی: جمعیت کا ہر فرد اللہ تعالیٰ کے پاس جواب دہی کا احساس اپنے دل میں رکھے، بے حسی ولاپرواہی، کوتاہی اور تنگ نظری کو چھوڑ کر کتاب وسنت کی روشنی میں مخلص خادم بن کر احساسِ ذمہ داری کے ساتھ دعوتِ دین کا کام کرے تو تنظیم دنیا وآخرت میں فوز وفلاح سے ہمکنار ہوگی۔

تنظیم بڑی چیز ہے اے اہلِ گلستاں
بکھرے ہوئے تنکوں کو نشیمن نہیں کہتے

تنظیم کو بگاڑنے والے اعمال: جماعتِ اہل حدیث کا خلاصہ عمل بالکتاب والسنہ ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے متفق لوگوں

کے مجموعہ کو تنظیم کہتے ہیں۔ ہر صاحب عقل ودانش سے پرخلوص درخواست ہے کہ ان چیزوں کو پڑھے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو جمعیت کو نقصان پہنچاتی ہیں، ان سے اجتناب کرے۔

۱۔ رائے اور مشورے کا نہ ہونا: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمانوں کو آپسی معاملات میں اور مسائل میں مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ بلکہ قرآن میں ایک مکمل سورت ہی سورۃ الشوریٰ کے نام سے نازل ہوئی جس سے مشورے کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اگر کسی تنظیم میں ایسے افراد جمع ہوجائیں جو دوسروں سے مشورہ کرنے کو ضروری نہیں سمجھتے ایسے افراد سے تنظیم نہیں چل سکتی۔ بہت جلد اختلاف پیدا ہونے کا خوف ہے۔ باہمی مشورہ سے کامیابی اور ناکامی کے سب ذمہ دار ہوتے ہیں۔

۲۔ نااہل افراد کو ذمہ دار بنانا: باصلاحیت اور بااخلاق اور علم وعمل کے پیکر افراد کو ہی جمعیت کا ذمہ دار بنائیں۔ نااہل افراد کے ہاتھوں جماعت کی ذمہ داری سونپنا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے اس سے تنظیم کو ناقابل برداشت نقصان پہنچے گا۔

۳۔ خیانت وبے ایمانی: یہ ایک مرض ہے۔ خیانت مال ودولت میں ہی نہیں ہوتی بلکہ ذمہ داریوں کو سنبھالنے میں بھی ہے۔ ذمہ داریوں کو پورا نہ کرنا، غلط مشورے دینا اور جمعیت کے اہم کاموں میں رکاوٹ ڈالنا خیانت ہے۔ بے ایمانی اور خیانت سے تنظیم زوال کا شکار ہوجاتی ہے۔

۴۔ تجسس اور کھوج: دوسروں کے ذاتی احوال کی کھوج اور تجسس تنظیم کے لئے خطرناک ہے۔ ایک دوسرے کی غلطیوں، کوتاہیوں اور ذاتی کمزوریوں کو لوگوں میں عام کرنا اور گھریلو معاملات کو اٹھانا، ذمہ داروں کے کمزور پہلو کو ہدف بنانا باعث فتنہ وفساد ہے۔ اس سے تنظیم میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

۵۔ دوسروں کے اختیارات میں مداخلت کرنا: تنظیم میں ہر آدمی کی ذمہ داریاں تقسیم کی جاتی ہیں، لیکن کچھ لوگ دوسروں کی ذمہ داریوں میں مداخلت کرتے ہیں اور کام ایسا کرتے ہیں کہ سب کو علم ہوجاتا ہے مگر ذمہ دار کو خبر نہیں ہوتی، حالانکہ وہ ڈپارٹمنٹ کا بڑا ہوتا ہے۔ لوگوں سے جب اس کو اطلاع ملتی ہے تو خفگی ہوتی ہے اور وہ نروس ہوجاتا ہے اگر تعاون کا جذبہ ہو تو ذمہ دار کے علم میں لاکر اس کی اجازت سے کام کریں کیوں کہ ایسے امور تنظیم کو کمزور کرتے ہیں۔

۶۔ غیبت وبدگوئی: تنظیم کے ذمہ داروں کی قدر نہ کرنا، ان کی صلاحیتوں کو چھپانا، پیٹھ پیچھے ان کے ذاتی معاملات کو اچھالنا، بھری محفل میں ان کو بدنام کرنا تاکہ ان کے حوصلے پژمردہ ہوکر کام چھوڑ دیں۔ جب جمعیت کے فعال مخلص اور جان نثار لوگ بددل ہوکر کام چھوڑ دیں گے تو تنظیم میں خلل واقع ہوگا۔

۷۔ عدم تعاون: قرآن وحدیث میں امت مسلمہ کو آپس میں ایک دوسرے کا خیرخواہ اور مددگار رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ جماعت کے ہر فرد میں یہ جذبہ ہونا چاہیے اور جب باہمی رائے ومشورہ سے اور انتخاب سے جمعیت قائم ہوچکی ہو تو احباب جماعت کا فرض ہے کہ اس کا تعاون کریں۔ کچھ لوگوں کو تنظیم میں مناسب مقام وعہدہ نہ ملنے پر ہر حال میں اس کو کمزور کرنے کی کوشش کرتے ہیں مثلاً ذمہ داروں سے ترک کلام کرنا، مشوروں میں شریک نہ ہونا، میٹنگوں سے غیر حاضر رہنا، اجتماعات میں شرکت نہ کرنا، اجتماعات کی اہمیت کو گھٹانا، ان کے متعلق شبہات پیدا کرنا اور لوگوں کو کھلم کھلا ان سے روکنا، پھر دور سے نظارہ کرکے خواہش کرنا کہ کسی نہ کسی طرح یہ فیل ہوجائیں۔ ان باتوں سے تنظیم کمزور ہوکر نیست ونابود ہوجاتی ہے۔

۸۔ پروپیگنڈا: جمعیت کے پروگراموں میں خامیاں نکال کر ہمدردی جتانا کہ ایسا ویسا کرتے تو اچھا ہوتا۔ یہ پروگرام بالکل غلط وقت میں، غلط ماحول اور غلط موسم میں منعقد ہوا اگر فلاں وقت، فلاں مقام پر کرتے تو کامیاب ہوجاتے۔ اس قسم کے پروپیگنڈوں سے جمعیت کے فعال اور متحرک افراد کے دلوں کو ٹھیس پہنچتی ہے اور وہ ناامید ہوکر جمعیت سے دور ہوجاتے ہیں۔ کسی بھی معاملے میں پروپیگنڈا جائز نہیں۔ امت میں اتفاق واتحاد کے لئے صبر کریں اور انتخابات سے پہلے ہی اصلاح کی بھرپور کوشش کریں۔ پروپیگنڈوں سے تنظیم اتنی کمزور ہوجاتی ہے کہ سنبھالنا مشکل ہوجاتا ہے۔

مولانا آزادؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی قوم کے ہر فرد میں اعلیٰ ہمتی، طاقت، چستی اور احساس ذمہ داری کے ساتھ ولولہ اور حوصلہ بھر دو تو وہ قوم کبھی زوال پذیر نہیں ہوسکتی بلکہ زوال پذیر قوم بھی زندہ ہوسکتی ہے۔

اس باغ پہ ہنستے ہیں کانٹے بھی بیاباں کے
جس باغ کے پھولوں میں تنظیم نہیں ہوتی

(نوٹ) **جمعیت اہل حدیث کے ٹارگٹ**

احباب جماعت درج ذیل پانچ امور پر سختی سے عمل کریں، ان سے متعلق کوئی مسئلہ ہو تو راقم یا کسی معتبر اہل علم سے پوچھ لیں۔

(۱) اصلاح معاشرہ: جمعیت اہلحدیث کی تنظیم کے تمام ارکان وذمہ داروں کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ ملک کے جس حصہ میں ہوں وہاں کے معاشرے میں اصلاح کی اجتماعی کوشش کریں، وہ اپنے خاندان، پڑوس، محلے اور شہر میں جمعیت کی اجتماعی قوت اور ذرائع سے معاشرے میں پائی جانے والی تمام سماجی برائیوں مثلاً جوا، شراب، بدکاری، رقص وسرود کی محفلیں، شادی بیاہ میں غیر شرعی رسومات تلک اور جوڑے لینا، شادیوں میں گانا بجانا فضول خرچی وغیرہ کو حکمت وموعظت کے ساتھ دور کرنے کی کوشش کریں، اس کے لیے عوامی جلسے منعقد کریں، گھر گھر جاکر

لوگوں کو سمجھائیں، اور اس مہم میں دوسری اصلاحی اور سماجی تنظیموں کا بھی تعاون حاصل کریں، یاد رہے ''خود را فضیحت و دیگر را نصیحت'' کا معاملہ نہ ہو، یہ تمام مہلک رسومات سب سے اول اپنے گھر، قبیلہ اور خاندان سے دور کریں پھر دیکھیں معاشرہ کیسے اصلاح پذیر ہو جاتا ہے۔

(۲) **محکمہ شرعیہ کا قیام**: جمعیت اہل حدیث کے تمام ارکان و ذمہ داروں کو چاہیے کہ وہ مسائل شرعیہ کو حل کرنے کا خیال کریں، وہ اپنے علاقوں میں جمعیت اہل حدیث کے دفاتر میں محکمہ شرعیہ کا قیام عمل میں لائیں، اور جمعیت کے مقامی امیر کو اس کا قاضی بنائیں یا کوئی تجربہ کار عالم ہو تو اس کو قاضی بنائیں بشرطیکہ مقامی جمعیت کے ذمہ داران کا مشورہ اور بالائی جمعیتوں کی اجازت ہو، پھر اس کے ذریعے شرعی احکام نکاح، طلاق، گھریلو تنازعات، ترکہ کی تقسیم اور رویت ہلال کے معاملات اور دینی مسائل حل کریں، حتی الامکان جماعتی احباب اپنے جھگڑے جمعیت سے ہی حل کرائیں اور کورٹ کچہری میں جا کر وقت، پیسہ، صلاحیت اور خاندانوں کو ہلاک و برباد نہ کریں، اور حکومت و کورٹ پر بوجھ نہ بنیں۔ تجربہ کاروں نے بتایا ہے کہ مسائل کے حل کے لیے کورٹ جانا اور قبرستان جانا دونوں برابر ہے۔

(۳) **بیت المال کا قیام**: تمام جماعتوں میں بیت المال کے قیام کی تحریک چلائی جائے اور بیت المال میں مال کی فراہمی کے لیے تمام مقامی مسجدوں میں ہر مہینے کے پہلے جمعہ کو بیت المال کے لیے چندہ کریں، یہی مال پائیدار ہوتا ہے، بیت المال کی ایک کمیٹی ہو جس میں تمام مساجد کے متولیان کو بحیثیت ممبر لیا جائے یہی ممبران جمعہ کے دن مسجدوں میں مال فراہم کرنے کے ذمہ دار ہوں گے۔ اس کے علاوہ یہی لوگ بیت المال کے لئے زکوۃ، عشر و صدقات، صدقۃ الفطر اور عام عطیات کو جمع کر سکتے ہیں، لیکن زکوۃ اور عشر کی وصولی میں سختی نہ کریں۔ بیت المال کے ذریعے اس علاقے کی تمام سماجی خدمات انجام دی جائیں، مثلاً: فقراء و مساکین کی امداد، یتیموں اور بیواؤں کے لیے ماہانہ وظائف، تعلیم و روزگار، صنعت و حرفت کا قیام، روزگار اسکیم، یتیم خانے اور مسافر خانے کا قیام، معذور مریضوں کا علاج، لاوارث میتوں کی تجہیز و تکفین اور ارضی و سماوی مصائب کے وقت مصیبت زدہ افراد کی مدد۔ بیت المال کی ایک فعال کمیٹی ہو جو مقامی جماعت کے ذمہ داروں کے ذریعے اس کا قیام ضرور ہو۔

(۴) **مدارس کا قیام**: جماعتوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے علاقوں میں ابتدائی دینی مدارس کا انتظام لازمی طور پر کریں، ان مدارس میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے منظور شدہ نصاب تعلیم کو پڑھایا جائے، مقامی طور پر یسرنا القرآن، پارہ عم اور ناظرہ قرآن کے ساتھ چمن اسلام کے پانچوں حصے مع اردو قاعدہ ضرور پڑھائیں۔ یہ نصاب تعلیم عام فہم اور بچوں کے لئے آسان ہے۔ پانچوں حصوں میں قرآن و حدیث کے عناوین ہیں۔ ہر سبق کے آخر میں مشکل الفاظ کے معانی اور موضوع سے متعلق سوالات ہیں، یہ نصاب تعلیم طلبہ و طالبات دونوں کے لیے مفید ہیں، مقامی جماعتیں اپنے مکتبات و مدارس میں اسی نصاب کو مقرر کریں، اور خواتین گھروں میں بچوں کو یہی کتابیں پڑھائیں، مکتبات میں اگر ترقی ہو تو بچوں کو سرکاری نصاب پڑھا کر ایجوکیشن بورڈ سے ملحق کر دیں، نصاب تعلیم میں سلفیت کا عنصر زیادہ ہو، اساتذہ پختہ اہل حدیث ہوں، طلباء و طالبات اور اساتذہ و معلمات میں تحریک اہل حدیث کا جذبہ نمایاں ہو، تعلیم کے ہر مرحلے میں اسلام کی روح باقی رہے۔

(۵) **مساجد کی تنظیم**: مساجد روئے زمین پر اللہ کا گھر ہیں، اہل ایمان کے دل مسجدوں سے معلق رہتے ہیں، مساجد کی تعمیر اور ان میں تعلیم و تبلیغ کا انتظام ہر دینی جماعت کا اولین فریضہ ہے۔ ائمہ مساجد کا براہ راست مصلیوں سے روحانی اور ایمانی ربط ہوتا ہے، ائمہ مساجد ایمانی قیادت کے لیے ہمیشہ تیار رہیں اور مقامی جمعیتیں خطبات جمعہ میں درس قرآن اور درس حدیث میں درج پانچ باتوں پر خاص زور دیں۔

(۱) نماز کی پابندی (۲) کبیرہ گناہوں سے اجتناب (۳) حلال رزق کمانا (۴) جماعت میں اتحاد برقرار رکھنا (۵) شکل و صورت شرعی بنانا۔

مذکورہ اہداف پر محنت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے ان فرامین کو ضرور پیش نظر رکھیں۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهُ (سورہ الزلزال:۷) پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهُ (سورہ الزلزال:۸) اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى (سورہ الیل:۱۹) کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جا رہا ہو۔

اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى (سورہ الیل:۲۰) بلکہ صرف اپنے پروردگار بزرگ و بلند کی رضا چاہنے کے لئے

وَلَسَوْفَ يَرْضٰى (سورہ الیل:۲۱) یقیناً وہ (اللہ بھی) عنقریب رضا مند ہو جائے گا۔

اللہ کے لئے کام کرنے والا ضرور اجر پائے گا اب نہیں تو مستقبل قریب و بعید میں وہ اور اس کے اہل و عیال اللہ تعالیٰ کی ثمر بار نعمتوں سے ضرور مالا مال ہوں گے۔ ان شاء اللہ

☆☆☆

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

قرآن کریم پر بہتان عظیم سے سب کے دل دکھے اور جذبات مجروح ہوئے ہیں/اصغر علی امام مہدی سلفی

دہلی:۱۳/مارچ ۲۰۲۱ء۔مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے وسیم رضوی نامی ایک شخص کی گھٹیا حرکت پر سخت رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے جس نے سپریم کورٹ میں قرآن کریم کی ۲۶ آیات کو قرآن کریم سے نعوذ باللہ ہٹانے کے لیے عرضی داخل کی ہے اوران آیات کو بلا سمجھے دہشت گردی سے جوڑنے کی مذموم ومبغوض کوشش کی ہے۔

امیر محترم نے کہا کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری مقدس کتاب ہے۔جس کا نزول ہمارے نبی آخر الزماں رحمت للعالمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا، جو ساری انسانیت کے لیے ہدایت ورحمت اور پیغام امن واخوت ہے، جس کا ہر ایک حرف نا قابل تبدیل وتنسیخ ہے۔اور امت کا اس بات پر ایمان ہے کہ قرآن کریم اپنے نزول کے وقت سے اپنی اصل شکل میں آج بھی موجود ہے اوراس میں نہ کوئی تحریف وتصحیف واقع ہوئی ہے اور نہ ہی قیامت تک اس میں کسی طرح کی ترمیم اور ردوبدل کی گنجائش ہے۔عادل وثقہ اور سب سے محترم جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کے نزول کے وقت سے ہی اسے ہو بہو ساری انسانیت تک پہنچانے کا اولین فریضہ انجام دیا۔ایسے میں کسی سر پھرے شخص کا ۲۶ آیات تو کجا ایک کلمہ کو بھی ہٹانے کا مطالبہ انتہائی مذموم حرکت ہے بلکہ اسے ایسی اوچھی حرکت کرنے والے کے خبث باطن اور گھٹیا سوچ کا عکاس اورسستی شہرت حاصل کرنے کا شاخسانہ ہی کہا جا سکتا ہے۔نیز یہ کہ یہ کوئی پہلا شرمناک واقعہ نہیں ہے جسے اس شخص نے انجام دیا ہے بلکہ اس سے پہلے بھی دین وشریعت سے متعلق اس کی گھٹیا حرکتوں کی وجہ سے انسانیت شرمسار ہوئی ہے۔دراصل یہ بہتان جس شخص کی طرف سے ہے اور جس طرح سے افتراء پردازی کی گئی ہے اس پر ''جواب جاہلاں باشد خموشی'' ہی قرین مصلحت ولائق عقل ومنطق ہے۔اس مذموم حرکت کے ذریعہ ملک کے امن کو بگاڑنے، فرقہ وارانہ منافرت کو ہوا دینے اور مسلکی ہم آہنگی کا شیرازہ بکھیرنے کی ناروا کوشش کی گئی ہے۔وطن عزیز میں نفرت کی کاشت کرنے اور اشتعال انگیزی کرنے والے اس شخص کے خلاف حکومت کو سخت کارروائی کرنی چاہئے۔

امیر محترم نے مزید کہا کہ چونکہ اس شخص کی حرکت سے صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ ہر انصاف پسند اور دین ودھرم میں یقین رکھنے والے کو دلی صدمہ پہنچا ہے اوران کے جذبات مجروح ہوئے ہیں ایسے میں ان تمام لوگوں سے اپیل ہے کہ وہ مشتعل نہ ہوں، صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں، آئین وقانون کے دائرے میں ہی رہیں اور جذبات میں آکر ایسا کوئی بیان نہ دیں یا کوئی اقدام نہ کریں جس سے اس گھٹیا انسان کی پبلیسٹی ہو اور فرقہ پرست عناصر، فسطائی طاقت، دینی ومسلکی منافرت پھیلانے والے گروہ اور ملک کے امن وسلامتی سے کھلواڑ کرنے والے شر پسندوں کو تقویت پہنچے۔

شعبان المعظم کا چاند نظر آ گیا

دہلی:۱۴/مارچ ۲۰۲۱۔مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی سے جاری اخباری بیان کے مطابق آج مورخہ ۲۹ رجب المرجب ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۴/مارچ ۲۰۲۱ء بروز اتوار بعد نماز مغرب بمقام اہل حدیث کمپلیکس، جامعہ نگر نئی دہلی مرکزی اہلحدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی کی ایک اہم نشست منعقد ہوئی اور ماہ شعبان المعظم کی رؤیت کے سلسلے میں حسب سابق ملک کے اکثر صوبوں کے ذمہ داروں واہم شخصیات اور بعض دیگر رؤیت ہلال کمیٹیوں سے بذریعہ فون رابطے کیے گئے جس سے پتہ چلا کہ بعض صوبوں سے رؤیت ہلال کی مصدقہ ومستند خبریں موصول ہوئی ہیں۔بنا بریں مرکزی اہل حدیث رویت ہلال کمیٹی دہلی نے یہ فیصلہ لیا کہ کل مورخہ ۱۵/مارچ ۲۰۲۱ بروز سوموار شعبان المعظم کی پہلی تاریخ ہوگی۔ان شاء اللہ

صوبائی جمعیت اہل حدیث تمل ناڈو وپانڈیچری کے سابق ناظم اعلی وجنوب ہند کے معروف داعی ومربی ممتاز صاحب قلم، عالم ربانی ڈاکٹر آر کے نور محمد عمری مدنی کا سانحہ ارتحال

دہلی:۲۱ مارچ ۲۰۲۱ء۔مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے صوبائی جمعیت اہل حدیث تمل ناڈو وپانڈیچری کے سابق ناظم اعلی وسابق نائب امیر، مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے سابق رکن مجلس شوری، آئی آر جی سی چنئی کے ڈائرکٹر، جنوب ہند کے معروف داعی ومربی، عربی، اردو اور انگریزی کے ممتاز صاحب قلم وخطیب، عالم ربانی ڈاکٹر آر کے نور محمد عمری مدنی کے سانحہ ارتحال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اوران کی موت کو ملک وملت اور جماعت کا عظیم خسارہ قرار دیا ہے۔

مولانا سلفی نے کہا کہ ڈاکٹر آر کے نور محمد عمری مدنی صاحب جن کا آج صبح تقریبا نو بجے چنئی کے ایک اسپتال میں بعمر تقریبا ۵۵/سال بعارضہ کرونا انتقال ہو گیا، بڑی خصوصیات کے حامل اور اپنی ذات میں انجمن تھے، انہوں نے پوری زندگی دعوت وارشاد، تعلیم وتربیت اور قومی، ملی اور جماعتی کاز کے لیے وقف کر رکھی تھی۔آپ نہایت خلیق وملنسار اور عالمانہ امتیازات خصوصیات سے متصف تھے۔اعلی تعلیم یافتہ عالم دین اور جامعہ دار السلام عمر آباد کے ممتاز فارغ التحصیل تھے۔آپ نے بی اے، ایم اے اور پی ایچ ڈی کی اعلی ڈگریاں جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ کے کلیۃ الحدیث الشریف

سے حاصل کی، کئی مرتبہ گولڈ میڈلسٹ بھی رہے۔آپ کا آبائی وطن پلی کونڈا، ویلور تمل ناڈو ہے۔حصول تعلیم کے بعد آپ نے مختلف تعلیمی وتربیتی اور دعوتی ورفاہی اداروں سے وابستہ ہوکر قوم وملت اور جماعت کی بڑی خدمت انجام دی۔آپ نے شہر چنئی میں دینی وعصری نصاب تعلیم پر مشتمل ایک اعلی معیاری انگلش میڈیم اسکول بھی قائم کیا جو ان کے لیے ان شاء اللہ صدقہ جاریہ ہے۔اس دوران آپ صوبائی ومرکزی جمعیات اہل حدیث سے بھی وابستہ رہے اور مختلف مناصب پر فائز اور کئی مجالس کے رکن رکین رہے۔آپ نے شہر چنئی میں دینی موضوعات پر کئی ریفریشر کورسز کا انعقاد کیا۔اور ملک وبیرون ملک میں منعقد ہونے والی کانفرنسوں، سیمیناروں، سمپوزیموں ،دورات تدریبیہ اور علمی مجالس میں شرکت کی اور اپنے وقیع علمی ودعوتی مقالات وخطابات پیش کیے۔آپ وقت کے بڑے پابند تھے اوراس کے صحیح استعمال کا سلیقہ بھی جانتے تھے۔آپ کبھی بھی اپنے وقت کو یونہی ضائع کرتے نہیں دیکھے گئے۔مختلف جدید دینی وعلمی موضوعات پر عربی، اردو اور انگریزی میں متوازن تحریر رقم فرماتے اور تقریریں کرتے تھے۔عربی واردو میں آپ کی کئی بڑی چھوٹی کتب ورسائل منصۂ شہود پر آئیں اور مقبول خاص وعام ہوئیں۔

امیر محترم نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب کی وسعت علمی، فقہ وبصیرت، دینی وجماعتی غیرت اوراعلی اخلاق واوصاف کا سفر وحضر میں بارہا مشاہدہ ہوا۔آپ بہترین رفیق تھے۔طاعت وعبادت میں چاک وچوبند رفقاء میں شمار ہوتے تھے۔اوراد ووظائف کا بھی اہتمام فرماتے تھے۔کرنے کے کاموں میں خواہ وہ معاملات کے قبیل سے ہوں یا عبادات کے قبیل سے بہت نشیط اور متنبہ رہا کرتے تھے۔جمعیت وجماعت کے کاز سے بڑی دلچسپی رکھتے تھے۔وقتا فوقتا مشوروں سے بھی نوازتے تھے۔افسوس کہ آج داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ان کی تدفین آج ہی دن کے تقریبا بارہ بجے امیر النساء قبرستان چنئی میں عمل میں آئی۔مولانا عبداللہ حیدرآبادی صاحب سابق امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث تمل ناڈو وپانڈیچری نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔پسماندگان میں اہلیہ، دو صاحب زادے اور چار صاحب زادیاں ہیں۔اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے، خدمات کو قبول کرے، جنت الفردوس کا مکین بنائے، پسماندگان کو صبر کی توفیق بخشے اوران کا ولی اورحامی و ناصر ہواور صوبائی جمعیت اہلحدیث تمل ناڈو وپانڈیچری کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق رکن شوریٰ اور جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں کے سابق شیخ الجامعہ ومفتی فقیہ عصر استاذ الاساتذہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن مدنی کا سانحہ ارتحال

نئی دہلی: ۲۶/مارچ ۲۰۲۱ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے مشہور دینی درسگاہ جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں کے دارالافتاء کے مشرف علمی وسابق شیخ الجامعہ ومفتی، مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے سابق رکن شوریٰ، اسلامک فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کے رکن، اسلامی فقہ کونسل آف انڈیا کے سرپرست اورآل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے سابق رکن، فقیہ عصر، مشہور عالم دین، معروف محقق ومصنف ڈاکٹر فضل الرحمٰن المدنی صاحب کے سانحۂ ارتحال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے۔اوران کی موت کو ملک وملت اور جماعت کا عظیم علمی وتحقیقی خسارہ قرار دیا ہے۔

امیر محترم نے کہا کہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن مدنی کو اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔وہ بیک وقت ایک مؤقر عالم دین، ممتاز مفتی وفقیہ، کامیاب معلم ومربی، معروف محقق ومصنف اور متعدد دینی وتعلیمی اداروں کے مشرف ورکن رکین تھے۔افسوس کہ آج شب کے تقریباً ڈھائی بجے طویل علالت کے بعد بعمر تقریباً ستر سال مالیگاؤں کے ایک اسپتال میں داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا سلفی نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ مردم خیز بستی بھیکم پور، شنکر نگر، بلرام پور، یوپی کے ایک دینی اور وضع دار خاندان کے چشم وچراغ اور جامعہ سلفیہ بنارس کے اولین اور ممتاز ترین فارغین میں سے تھے۔آپ نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے سرفراز ہوئے۔آپ نے جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں میں کئی حیثیتوں سے تادم واپسیں گراں قدر تعلیمی وتدریسی اور علمی وفقہی خدمات انجام دیں، تحقیق ودراسہ مسائل الامام احمد بن حنبل بروایۃ ابنہ صالح ،احکام التذکیۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ، تحقیق ودراسہ کتاب العلل ومعرفۃ الرجال للامام احمد بروایۃ المروزی وصالح والمیمونی، مختصر تاریخ التشریع الاسلامی، سود کے احکام ومسائل، فتاویٰ رمضان، عیدین کے احکام ومسائل، اسلام کا صحیح نظام طلاق، آداب تعلیم وتربیت، قربانی کے احکام ومسائل، عقیقہ کے احکام ومسائل، حقوق الاولاد، کتاب الفضائل، نعمۃ المنان مجموع فتاویٰ فضیلۃ الدکتور فضل الرحمٰن جیسی متعدد اہم علمی وتحقیقی کتابیں اور رسائل تالیف کیں اور طلبہ کی بڑی تعداد نے آپ سے کسب فیض کیا جو آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔ان شاءاللہ۔آپ کے فتاوے اور علمی وفقہی مقالات اہل علم میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔آپ مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے کاز سے دلچسپی رکھتے تھے اوراس کی متنوع پیش رفت اور سرگرمیوں پر اظہار مسرت کرتے تھے۔جمعیت کے دورات تدریبیہ ودیگر پروگراموں میں شرکت فرماتے تھے۔سفر دہلی میں عموماً آپ جمعیت میں ہی قیام کرتے تھے۔بلاشبہ ان کا انتقال علمی وتحقیقی دنیا اور جماعت وجمعیت کا بڑا خسارہ ہے۔ان کے جنازے کی نماز آج دن کے تین بجے مالیگاؤں میں ادا کی گئی۔پسماندگان میں تین صاحب زادے مولانا ہشام محمدی، مولانا احمد محمدی مدنی، محمد بی ایس سی صاحبان، تین عالمہ فاضلہ صاحب زادیاں اور پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے، دینی وعلمی خدمات کو قبول فرمائے، بشری کوتاہیوں سے درگزر کرے، جنۃ الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے، پسماندگان کو صبر وسلوان کی توفیق بخشے اور جمعیت وجماعت خصوصا جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔آمین

اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی میں فری میڈیکل ٹیسٹ کیمپ کاانعقاد: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیراہتمام ایچ آرڈائیگنوسٹکس، نئی دہلی کے اشتراک سے مورخہ ۷/مارچ ۲۰۲۱ء کو اہل حدیث کمپلیکس ابوالفضل انکلیو، اوکھلا، نئی دہلی میں ایک فری میڈیکل ٹیسٹ کیمپ کاانعقادعمل میں آیاجس میں ماہرین کے ذریعہ تھائی رائڈ، ذیابیطس اور وی پی وغیرہ امراض کے فری ٹیسٹ کااہتمام کیا گیا اور جس میں گردوپیش سے بلاتفریق مذہب مردوخواتین نے اپنافری چیک اپ کرایااورر پورٹ حاصل کی۔اس موقع پرڈاکٹراورٹیکنیشین حضرات کےعلاوہ ایچ آرگروپ کےایم ڈی جناب شفاعت احمد صاحب مع اخوان، ڈاکٹر اسعداصغرصاحب، ڈاکٹرمحمدشیث ادریس تیمی، مولانامحمدرئیس فیضی ودیگرحضرات موجود تھے۔ اس کیمپ کے مستفیدین نے اپنی خوشی اورمرکزی جمعیت اہل حدیث سے اپنی ممنونیت کااظہارکرتے ہوئےآئندہ بھی اس طرح کےکیمپوں کےانعقادکی گزارش کی۔(ادارہ)

صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال کا انتخاب جدید: صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال کاانتخاب جدیدمورخہ ۲۸/فروری ۲۰۲۱ء بروز اتوار بمقام الہدیٰ کمپلیکس ہورہ، کولکاتہ منعقد ہواجس میں باتفاق رائے مولاناشمیم اختر ندوی صاحب امیر، مولانا ذکی احمد مدنی صاحب ناظم اور جناب آفتاب احمد صاحب خازن منتخب ہوئے۔اسی طرح جناب اشفاق حسین خان، نائب امیراول، جناب عبدالودودنائب امیرثانی، جناب مولانامحمد معروف سلفی نائب امیر ثالث، مولانا وحیدالزماں تیمی ناظم اول، مولانامحمداسرائیل عالیاوی، نائب ناظم ثانی اورمولانانصرالباری سلفی نائب ناظم ثالث منتخب کیے گئے۔انتخابی کارروائی پوری شفافیت کے ساتھ دستوری تقاضوں کی روشنی میں مکمل ہوئی۔مرکزی مشاہد کی حیثیت سے رکن عاملہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہنداورناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث راجستھان جناب عبدالحفیظ رانڈرصاحب نے شرکت کی۔حافظ محمدعبدالقیوم صاحب نائب امیرمرکزی جمعیت اہل حدیث ہندبھی حیدرآباد سے کولکاتہ کے لیے روانہ ہوئے تھےکورونا کی وجہ سےاس دن کولکاتہ کی پرواز میں سختی تھی، جس کی وجہ سے وہ اس انتخابی نشست میں شریک نہ ہوسکے۔(مولاناذکی احمدمدنی، ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال)

فضیلة الشیخ حافظ محمد طاہر سلفی صاحب ریاض کو صدمہ: یہ خبرنہایت ہی رنج وافسوس کےساتھ سنی گئی کہ اخوان جماعت اہل حدیث ریاض سعودی عرب کی تنظیم کے سکریٹری، جریدہ ترجمان کے سابق مرتب ومنتظم اورادار یہ نگار، تفسیراحسن البیان کے ہندی مترجم، کئی زبانوں کے ماہر، معروف عالم دین فضیلة الشیخ حافظ محمد طاہرسلفی مدنی صاحب کی خوش دامن صاحبہ اور ماہنامہ اصلاح سماج ہندی کے سابق کارگزار مدیر جناب رضاء الرحمٰن مرحوم کی والدہ محترمہ کا بتاریخ 25 / مارچ 2021 بروز جمعرات بعد نماز عشاء طویل علالت کے بعد بعمر تقریباً نوے سال آبائی وطن سوٹھ گاؤں مدھوبنی بہار میں انتقال ہوگیا۔انااللہ واناالیہ راجعون۔مرحومہ بڑی خلیق وملنسار، دین داراورمہمان نوازخاتون تھیں۔پسماندگان میں حافظ محمد طاہرسلفی صاحب کی اہلیہ محترمہ سمیت پانچ بیٹیاں، دوبیوہ بہوئیں، ایک پوتا، متعدد پوتیاں اورنواسےنواسیاں ہیں۔ان کی تدفین اگلے دن صبح دس بجے سوٹھ گاؤں کے قبرستان میں عمل میں آئی۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے، ان کی نیکیوں کوقبول فرمائے، بشری کوتاہیوں سے درگزرفرمائے، جنة الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے، پسماندگان ومتعلقین خصوصاحافظ محمد طاہرسلفی صاحب اوران کی اہلیہ محترمہ کوصبروسلوان عطاکرے۔آمین (شریک غم:اصغرعلی امام مہدی سلفی، امیرمرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

دارالعلوم ندوة العلماء لکھنو کے مہتمم معروف عالم دین ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی صاحب کو صدمہ: یہ جان کر بے حد رنج وافسوس ہوا کہ دارالعلوم ندوة العلماء لکھنؤ کے مہتمم، عربی ماہنامہ البعث الاسلامی کے ایڈیٹراورانٹگرل یونیورسٹی لکھنؤ کے چانسلرمعروف دانشورو ادیب مولاناڈاکٹرسعیدالرحمٰن اعظمی صاحب کی زوجہ محترمہ داعی اجل کو لبیک کہہ گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون. ان للہ ما اعطی ولہ ما اخذ وکل شئی عندہ بمقدار ۔مرحومہ ایک اعلیٰ اخلاق، نیک خصال، علم دوست اورشفیق وملنسارخاتون تھیں اورمولانا صاحب جیسی ہمہ جہت تعلیمی وتربیتی، علمی وفکری اوراصلاحی واداری خدمات انجام دینے والی شخصیت کی رفیقہ حیات ہونے کی وجہ سے اُن تمام کاموں میں ان کی شرکت ومساہمت تھی جو یقیناً ان کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔ان شاءاللہ۔ عمرکےاس پڑاؤمیں شریکۂ حیات کی جدائی کے بے پناہ دردوغم کاشدیداحساس ہے۔ لیکن ”مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ“ کے پیش نظر صبر کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ پسماندگان میں مولانا کے علاوہ دوصاحبزادے اور چھ صاحبزادیاں ہیں جوعلم وفضل میں اپنے والدین کریمین کی حسن تعلیم وتربیت کےبہترین نمونہ اورالولد سر لابیہ کے مصداق ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کی مکین بنائے اور پسماندگان خصوصاً مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی صاحب کو صبروسلوان عطا فرمائے۔آمین (شریک غم: اصغرعلی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

دعائے مغفرت کی اپیل: یہ خبریقیناًرنج وافسوس کےساتھ سنی جائے گی کہ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی کے شعبہ اردو کے سابق گیسٹ اسسٹنٹ پروفیسر، ادب اطفال کے ماہر، متعدد کتابوں کے مصنف اورمعروف شاعر وادیب میرے ہم زلف ڈاکٹر عادل حیات صاحب مقام بینگرا، پوسٹ بھیروا، ضلع مدھوبنی، بہار کے والدگرامی عبدالودودصاحب کامورخہ ۲۴/مارچ ۲۰۲۱ء کوشب کے سواد دس بجے دہلی کے الشفاء ہاسپٹل میں بسبب بلڈکینسر بعمرتقریباً ۷۰ سال انتقال ہوگیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔موصوف علاقے کےمعروف اورمعززآدمی تھےاورعہدشباب ہی سے دہلی میں لیدرمصنوعات کاکاربارکرتے تھے۔تقریباتین ماہ سے دہلی میں زیرعلاج تھے اوراپنے بڑے صاحبزادے ڈاکٹرعادل حیات کے یہاں مقیم تھے۔اس دوران جب بھی ان سے ملاقات ہوتی بڑی خندہ پیشانی اوراپنائیت سے ملتے تھے۔ان کومیرا انتظاررہتاتھا۔پسماندگان میں اہلیہ، تین صاحبزادے، دوصاحبزادیاں اورمتعدد پوتے پوتیاں اورنواسےنواسیاں اوربھراپوراخاندان ہے۔ان کی موت پرمرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیرمحترم مولانااصغرعلی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ نے اپنے گہرے رنج وافسوس کا اظہارکیا ہےاوران کی مغفرت وبلندی درجات کے لیے دعاکی ہے اور پسماندگان سے دلی ہمدردی کااظہارفرمایاہے۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، ان کی نیکیوں کوقبول کرے، بشری لغزشوں سے درگزرفرمائے اورجنت الفردوس کامکین بنائے اورپسماندگان کوصبرجمیل کی توفیق بخشے۔آمین آپ تمام قارئین سے مرحوم کے لیے دعائےمغفرت کی درخواست ہے۔(شریک غم: ڈاکٹرمحمدشیث ادریس تیمی، دہلی)

رمضان المبارک کے موقع پر

اپنے صدقات وخیرات کا ایک حصہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو دینا نہ بھولیں

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، ہندوستان میں اہل حدیثوں کا واحد نمائندہ پلیٹ فارم ہے، جو اپنے اہداف ومقاصد کی روشنی میں منصوبوں اور عزائم کی تکمیل میں کوشاں ہے۔ اس کی دعوتی وتبلیغی، تعلیمی وتربیتی، علمی وتحقیقی، تحریری وصحافتی اور رفاہی وسماجی خدمات کا ایک طویل سلسلہ جاری ہے۔ سیمیناروں، کانفرنسوں اور مسابقوں کا انعقاد، مختلف زبانوں میں جرائد ورسائل کی طباعت، تفسیر، حدیث نیز اہم ترین دینی وتربیتی اور نصابی کتابوں کی اشاعت کا کام پابندی سے ہورہا ہے۔ اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا ئی دہلی کے عظیم تعمیری پروجیکٹ کی دوسری منزل اور اہل حدیث منزل واقع علاقہ جامع مسجد دہلی کی چوتھی منزل کی تسقیف (چھت کی ڈھلائی) کا کام ہوا چاہتا ہے۔ جن کی وجہ سے جمعیت کے مصارف بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں اور یہ تمام کام اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے بعد اہل خیر حضرات اور محسنین ومخلصین کے تعاون سے ہی انجام پارہے ہیں۔ اس پر ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں، پھر اپنے محسنین ومخلصین کے بھی، جنھوں نے کسی نہ کسی ناحیہ سے مرکزی جمعیت کی تعمیر وترقی میں حصہ لیا ہے اور اس کے منصوبوں کی تکمیل میں آج بھی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔

تمام اہل خیر محسنین ومخلصین سے مؤدبانہ اپیل ہے کہ رمضان المبارک کے موقع پر مرکزی جمعیت کے تمام شعبوں کی فعالیت کو برقرار رکھنے اور تعمیراتی سرگرمیوں کو آگے بڑھانے کے لیے جمعیت کے ذمہ داروں اور کارکنوں کے ساتھ بھرپور تعاون فرمائیں۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور اگر ان میں سے کوئی آپ کی خدمت میں نہ پہنچ سکے تو اپنا تعاون براہ کرم مرکزی جمعیت کے دفتر کو ارسال فرمائیں۔ اللہ آپ کی نیکیوں کو قبول فرمائے۔ (آمین)

ڈرافت یا چیک صرف "Markazi Jamiat Ahl-e-Hadees Hind" کے نام سے ہی بنائیں۔

A/c No.629201058685 (ICICI Bank) Chandni Chowk Branch
(RTGS/NEFT/IFSC CODE ICIC0006292)

منجانب: ذمہ داران واراکین مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل کی تعمیر و تکمیل کے لیے ماہ رمضان المبارک میں

محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے: (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind
A/c: 629201058685
ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292